30

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مجلہ نور الحدیث
دو ماہی — لاہور

ہر گھر اور
ہر لائبریری کی زینت

ایک تحقیقی
و اصلاحی میگزین

جلد 5 | رجب/شعبان ۱۴۴۴ھ | مارچ، اپریل 2023ء | شمارہ 2

سرپرست
حافظ عبداللہ رفیق
شیخ الحدیث جامعہ محمدیہ لوکو ورکشاپ لاہور

مدیر
محمد ارشد کمال
0311-4357855

معاون مدیر
حافظ ابوسفیان میر محمدی
0300-4008489

آئینہ میگزین

قیمت

فی شمارہ: ———— 50 روپے
سالانہ: ———— 500 روپے
موبی کیش اکاؤنٹ: 0300-4071464

خط کتابت

جامع مسجد ابوبکر صدیق D-196 ملتان روڈ، سکیم موڑ، لاہور/ ڈاکخانہ سبزہ زار

ناشر المکتبۃ الکمالیۃ ○ ملتان روڈ، سکیم موڑ لاہور 0322-2999987

درس قرآن:

محمد ارشد کمال

سورۃ الکہف

قسط: 6

قصہ اصحاب کہف (تفصیلاً):

آیت ۱۳، ۱۷: ﴿نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَاَهُمْ بِالْحَقِّ ؕ اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ
وَزِدْنٰهُمْ هُدًى ﴿۱۳﴾ وَّرَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَنْ
نَّدْعُوَا۟ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلٰـهًا لَّقَدْ قُلْنَاۤ اِذًا شَطَطًا ﴿۱۴﴾ هٰۤؤُلَآءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً ؕ لَوْ
لَا يَاْتُوْنَ عَلَيْهِمْ بِسُلْطٰنٍۭ بَيِّنٍ ؕ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ﴿۱۵﴾ وَاِذِ
اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ فَاْوٗۤا اِلَى الْكَهْفِ يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَ
يُهَيِّئْ لَكُمْ مِّنْ اَمْرِكُمْ مِّرْفَقًا ﴿۱۶﴾ وَتَرَى الشَّمْسَ اِذَا طَلَعَتْ تَّزٰوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ
الْيَمِيْنِ وَاِذَا غَرَبَتْ تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ وَهُمْ فِيْ فَجْوَةٍ مِّنْهُ ؕ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ ؕ
مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا ﴿۱۷﴾﴾ ''ہم آپ سے
ان کی خبر ٹھیک ٹھیک بیان کرتے ہیں، بے شک وہ چند نوجوان تھے جو اپنے رب پر ایمان لائے اور ہم نے انھیں ہدایت میں بڑھا دیا۔ اور ہم نے ان کے دلوں پر (عزم و استقلال کی مضبوط) گانٹھ لگا دی یہ اس وقت کی بات ہے جب وہ کھڑے ہوئے اور انھوں نے کہا: ہمارا رب آسمانوں اور زمین کا رب ہے۔ ہم اس کے سوا کسی معبود کو ہرگز نہیں پکاریں گے بلاشبہ (اگر ہم نے ایسا کیا تو) یقیناً ہم نے اس وقت انتہائی جھوٹی بات کہی۔ یہ ہماری قوم ہے جنھوں نے اس کے سوا کئی معبود بنا لیے ہیں، یہ ان (کے معبود ہونے) پر کوئی واضح دلیل کیوں نہیں پیش کرتے؟ (ورنہ) پھر اس سے بڑا ظالم کون ہے جس نے اللہ پر جھوٹ باندھا۔ اور جب تم ان سے کنارہ کش ہو چکے ہو اور ان سے بھی جن کی یہ اللہ کے سوا عبادت کرتے ہیں تو غار میں پناہ لو۔ تمھارا رب اپنی (بے حد رحمت میں سے) کچھ رحمت تمھارے لیے

پھیلا دے گا اور تمھارے لیے تمھارے کام میں آسانی مہیا کردے گا۔ اور آپ سورج کو دیکھیں گے جب وہ طلوع ہوتا ہے تو ان کے غار سے دائیں طرف جھک جاتا ہے اور جب غروب ہوتا ہے تو ان کے بائیں جانب کترا جاتا ہے۔ حالانکہ وہ اس کی کشادہ جگہ میں ہیں۔ یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہے، جسے اللہ ہدایت دے وہی ہدایت یافتہ ہے، اور جسے وہ بے راہ کردے تو آپ اس کے لیے ہرگز کوئی رہنمائی کرنے والا دوست نہ پائیں گے۔''

آیت ۱۳: ﴿نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَاَهُمْ بِالْحَقِّ ۭ اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنٰهُمْ هُدًى ۝۱۳﴾ ''ہم آپ سے ان کی خبر ٹھیک ٹھیک بیان کرتے ہیں، بے شک وہ چند نوجوان تھے جو اپنے رب پر ایمان لائے اور ہم نے انھیں ہدایت میں بڑھا دیا۔''

یہاں سے اصحاب کہف کا قصہ ذرا تفصیل سے بیان ہورہا ہے۔ آیت نمبر ۹ تا ۱۲ میں اجمالاً بیان ہوا تھا۔ اب یہاں آیت نمبر ۱۳ تا ۲۷ تفصیل سے بیان ہوگا۔ لیکن تفصیل میں وہی حصہ بیان ہوگا جو لوگوں کے لیے باعثِ عبرت ونصیحت ہے۔ عام قصے کہانیوں کی طرح تمام جزئیات اور ایک ایک چیز بیان کرنا قرآن کا موضوع نہیں۔

مفسر قرآن مولانا عبدالرحمٰن کیلانی (م:۱۹۹۴ء) فرماتے ہیں:

قرآن کا آٹھواں اور نہایت اہم امتیاز یہ ہے کہ یہ اپنے موضوع سے ادھر ادھر بالکل نہیں ہٹتا۔ اس کا اصل موضوع انسان کی ہدایت ہے یعنی وہ راستہ جس پر چلنے سے انسان کی دنیا بھی سنور جائے اور آخرت بھی۔ قرآن عظیم کا کوئی صفحہ، کوئی سورت، کوئی آیت، کوئی سطر نکال کر دیکھ لیجیے۔ خواہ یہ احکام سے متعلق ہو یا دلائل سے یا سابقہ اقوام کی سرگزشت اور ان کے انجام سے، ہر ہر مقام پر آپ کی ہدایت کے لیے کوئی نہ کوئی سبق موجود ہوگا۔

قرآن کا نواں امتیاز ایجاز ہے۔ یعنی ایسی تفصیل میں وہ ہرگز نہیں جاتا جس کا ہدایت سے کچھ تعلق نہ ہو۔ مثلاً: قرآن نے ام موسیٰ کی طرف وحی کا تو ذکر کیا مگر اس کا نام نہیں لیا۔ حضرت آدم علیہ السلام کو جنت میں ایک درخت کے نزدیک نہ جانے کے حکم کا ذکر کیا مگر درخت کا نام نہ لیا۔ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے أھلہ یعنی نئے چاندوں یا اشکال قمر کے متعلق سوال

کیا تو اللہ تعالیٰ نے اشکال قمر کی وجہ بتلانے کے بجائے جواب کا رخ اس طرف موڑ دیا جو انسان کی ہدایت سے تعلق رکھتی تھی کیونکہ اشکال قمر کی وجہ جاننے میں انسان کی ہدایت کا کوئی پہلو نہ تھا۔حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ ﷺ کو اصحاب کہف کی تعداد سے متعلق بحث وکرید کرنے سے منع فرمایا۔ کیونکہ ایسی بے کار بحثوں کا ہدایت سے کچھ تعلق نہیں ہوتا اور ایسی بحثیں صرف وقت کے ضیاع اور بےعملی کا باعث ہی نہیں بنتیں بلکہ بسااوقات تفرقہ بازی کی بنیاد بھی بن جاتی ہیں۔(تیسیر القرآن ۱/ ۳۳۔۳٤)

جوانی کو غنیمت جانئے:

﴿اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ﴾ فتية ، فتى کی جمع ہے۔فتی نوجوان کو کہتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اصحاب کہف نوجوان تھے اپنی جوانی میں انھوں نے یہ قدم اٹھایا تھا۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (م:۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:"فذكر تعالٰى أنهم فتية —وهم الشباب— وهم أقبل للحق، وأهدى للسبيل من الشيوخ، الذين عتوا وانغمسوا فی دين الباطل، ولهذا كان اكثر المستجيبين للّٰه تعالٰى ولرسوله شبابا، وأما المشائخ من قريش، فعامتهم بقوا على دينهم، ولم يسلم منهم إلا القليل، وكذا أخبر تعالٰى عن أصحاب الكهف أنهم كانوا فتية شبابا."

اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے کہ وہ نوجوان تھے،حق کو زیادہ قبول کرنے والے اور ان بوڑھوں سے زیادہ راہ یاب تھے جو سرکش تھے اور دینِ باطل میں ڈوبے ہوئے تھے۔اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی دعوت قبول کرنے والے بھی اکثر نوجوان ہی تھے۔ باقی جہاں تک قریش کے بزرگوں اور بوڑھوں کا تعلق ہے،تو ان میں سے زیادہ تر اپنے دین پر ڈٹے رہے اور ان میں سے بہت کم ہی مسلمان ہوئے۔اسی طرح اصحاب کہف کے متعلق اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ وہ جوان نوعمر تھے۔(تفسير القرآن العظيم : ٤/ ١٩٩)

اصحاب کہف کے قصے میں نوجوان طبقہ کے لیے بڑا سبق ہے کہ اگر آپ اللہ تعالیٰ کے دین

کے لیے کچھ کرنا چاہتے ہیں تو عمر کے اس حصے سے زیادہ موزوں وقت کوئی نہیں۔ بچپن کا زمانہ ناپختگی کا ہوتا ہے۔ ناسمجھی اور کم عقلی کی بنا پر انسان کچھ خاص نہیں کر پاتا۔ بڑھاپا ضعف اور کمزوری کا دور ہے لہٰذا اس میں کوئی انقلابی قدم نہیں اٹھایا جاسکتا۔ جوانی کا دور ہی وہ دور ہے جس میں انسان بہت کچھ کرسکتا ہے۔ سیّدنا ابراہیم علیہ السلام نے بت شکنی کے سلسلے میں جو قدم اٹھایا تھا وہ عالم شباب ہی میں تھا۔ ﴿قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًى يَّذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهٗٓ اِبْرٰهِيْمُ ۝﴾ (الانبياء : ٦٠)

''انھوں نے کہا: ہم نے ایک جوان کو سنا ہے وہ ان کا ذکر کرتا ہے، اسے ابراہیم کہا جاتا ہے۔''

اس لیے اگر آپ دین کے لیے کچھ کرنا چاہتے ہیں تو اپنی شباب کو غنیمت جانیں۔ اسے ضائع اور برباد مت کریں۔ سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

((اغتَنِم خمسا قبل خمس: شبابك قبل هرمك وصحتك قبل سقمك وغناءك قبل فقرك وفراغك قبل شغْلك وحياتك قبل موتك))

''پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت جان: اپنی جوانی کو اپنے بڑھاپے سے پہلے، اپنی صحت کو اپنی بیماری سے پہلے، اپنی مال داری کو اپنی محتاجی سے پہلے، اپنی فراغت کو اپنی مصروفیت سے پہلے اور اپنی زندگی کو اپنی موت سے پہلے۔'' (المستدرك للحاكم : ٤/ ٣٠٦، وقال: هذا حديث صحيح على شرط الشيخين ولم يخرجاه، وافقه الذهبي)

روزِ قیامت اللہ تعالیٰ جن سات خوش نصیبوں کو اپنے سائے میں جگہ دے گا ان میں ایک وہ نوجوان بھی ہے جس نے اپنی جوانی اللہ تعالیٰ کے لیے وقف کردی تھی۔ ((وَشَابٌّ نَشَأَ فِي عِبَادَةِ رَبِّهِ)) (صحيح البخاري، ح : ٦٦٠)

ایمان میں کمی بیشی:

❁ : ﴿وَزِدْنٰهُمْ هُدًى﴾ اصحاب کہف اللہ وحدہ لاشریک پر ایمان لائے۔ اللہ تعالیٰ

کی خاطر اپنی قوم سے ٹکر لی۔ بت پرستی سے، جو اس دور میں عام وبا کی طرح پھیلی ہوئی تھی، بیزار ہوگئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی قدر کی چنانچہ ایک تو انھیں ہدایت میں بڑھا دیا اور دوسرا ان کے دل مضبوط کر دیے۔

﴿ زِدْنٰهُمْ هُدًى ﴾ یہاں ہدایت سے مراد ایمان اور بصیرت ہے۔ (دیکھیے مختصر تفسير البغوی، ص : ٥٤٢ ، الكشف والبيان للثعلبي : ٦/ ١٥٨)

امام محمد بن جریر الطبری (م: ۳۱۰ھ) فرماتے ہیں: يقول: وزدناهم إلى إيمانهم بربهم إيمانا وبصيرة بدينهم . اللہ فرماتا ہے کہ ہم نے انھیں ان کے رب پر ایمان میں اور دین پر بصیرت میں بڑھا دیا۔ (جامع البيان : ٧/ ٥٤٤)

امیر المومنین فی الحدیث امام محمد بن اسماعیل البخاری (م: ۲۵٦ھ) اور دیگر کئی اہلِ علم نے اس آیت کریمہ اور اس مفہوم کی دیگر آیات سے یہ استدلال کیا ہے کہ ایمان میں کمی بیشی ہوتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَّاٰتٰىهُمْ تَقْوٰىهُمْ ﴾ (محمد : ١٧)

''اور جن لوگوں نے ہدایت پائی اس نے انھیں ہدایت میں بڑھا دیا اور انھیں ان کا تقویٰ عطا کیا۔''

نیز فرمایا:

﴿ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّهُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴾ (التوبة : ١٢٤)

''اور پس جو لوگ ایمان لائے تو اس (سورت) نے انھیں ایمان میں بڑھا دیا اور وہ خوش ہوتے ہیں۔''

نیز فرمایا:

﴿ لِيَزْدَادُوْٓا اِيْمَانًا مَّعَ اِيْمَانِهِمْ ﴾ (الفتح : ٤)

''تاکہ ان کے ایمان میں اور ایمان کا اضافہ ہو جائے۔''

نیز فرمایا:

﴿وَاِذَا تُلِيَتۡ عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتُهٗ زَادَتۡهُمۡ اِيۡمَانًا﴾ (الانفال : ۲)

''اور جب ان کے سامنے اس کی آیات پڑھی جاتی ہیں وہ انھیں ایمان میں بڑھا دیتی ہیں۔''

ان کے علاوہ بھی بہت ساری آیات ہیں جن میں ایمان میں کمی بیشی ہونے کی دلیل موجود ہے۔ (تفسیر القرآن العظیم لابن کثیر : ٤/ ١٩٩)

آیت ۱۴، ۱۵: ﴿وَّ رَبَطۡنَا عَلٰى قُلُوۡبِهِمۡ اِذۡ قَامُوۡا فَقَالُوۡا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ لَنۡ نَّدۡعُوَا۟ مِنۡ دُوۡنِهٖۤ اِلٰهًا لَّقَدۡ قُلۡنَاۤ اِذًا شَطَطًا ۝۱۴ هٰۤؤُلَاۤءِ قَوۡمُنَا اتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِهٖۤ اٰلِهَةً ؕ لَوۡلَا يَاۡتُوۡنَ عَلَيۡهِمۡ بِسُلۡطٰنٍۢ بَيِّنٍ ؕ فَمَنۡ اَظۡلَمُ مِمَّنِ افۡتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۝۱۵﴾ ''اور ہم نے ان کے دلوں پر (عزم و استقلال کی مضبوط) گانٹھ لگا دی، اور یہ اس وقت کی بات ہے جب وہ کھڑے ہوئے اور انھوں نے کہا: ہمارا رب آسمانوں اور زمین کا رب ہے، ہم اس کے سوا کسی معبود کو ہرگز نہیں پکاریں گے، بلاشبہ (اگر ہم نے ایسا کیا تو) یقیناً ہم نے اس وقت حد سے گزری ہوئی بات کہی۔ یہ ہماری قوم ہے جنھوں نے اس کے سوا کئی معبود بنا لیے ہیں، یہ ان (کے معبود ہونے) پر کوئی دلیل کیوں نہیں پیش کرتے؟ (ورنہ) پھر اس سے بڑا ظالم کون ہے جس نے اللہ پر جھوٹ باندھا۔''

ان آیات میں اصحاب کہف کی اس تقریر کا ذکر ہے جو انھوں نے کفار کے سامنے کی تھی پہلے انھوں نے اپنا عقیدہ بیان کیا اور پھر اپنی قوم کا عقیدہ بیان کیا اور اس میں پائی جانے والی خرابیاں بیان کیں۔

۞: ﴿وَّ رَبَطۡنَا عَلٰى قُلُوۡبِهِمۡ اِذۡ قَامُوۡا فَقَالُوۡا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ لَنۡ نَّدۡعُوَا۟ مِنۡ دُوۡنِهٖۤ اِلٰهًا لَّقَدۡ قُلۡنَاۤ اِذًا شَطَطًا ۝۱۴﴾ اللہ تعالیٰ نے انھیں صبر عطا کیا، ایمان کی بدولت ان کے دل مضبوط کر دیے یہاں تک کہ انھوں نے کفار کے سامنے برملا کہا کہ ہمارا رب وہ ہے جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے۔ ہم اس کے سوا کسی جھوٹے معبود کو ہرگز نہیں پکاریں گے کیونکہ ہمارے رب اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں۔ اور یہ بھی حقیقت ہے کہ اس کے

سوا جو بھی ہیں سب اس کی مخلوق ہیں اگر ہم نے اس کی مخلوق میں سے کسی کو پکارا تو بلاشبہ ہم نے حد سے گزری ہوئی بات کہی۔

﴿شَطَطًا﴾ شطط کا معنی ہے:الجور والظلم والبعد عن الحق ظلم و زیادتی اورحق سے دوری۔(النهاية : ١/ ٨٦٨) لقد قلنا اذا شططا أي جورا من القول وبعدا عن الحق یعنی ہم نے بڑی زیادتی اور بعید از حق بات کہی۔(الجامع لاحكام القرآن : ١٥/ ١٥٢)

شرک بہت بڑی زیادتی اور نا انصافی ہے۔سیّدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ اللہ کے ہاں سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟ آپ نے فرمایا: ((أَنْ تَجْعَلَ لِلّٰهِ نِدًّا وَهُوَ خَلَقَكَ)) ''یہ کہ تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائے حالانکہ اس نے تجھے پیدا کیا ہے.....''(صحيح البخاري ، ح : ٤٤٧٧)

انسان کھائے اللہ تعالیٰ کا عبادت کسی اور کی کرے؟ بسے اللہ کی زمین پر اور نعرے غیر اللہ کے لگائے؟ یہ ناانصافی نہیں تو اور کیا ہے؟

❁ : ﴿هٰٓؤُلَآءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً ؕ لَوْ لَا يَاْتُوْنَ عَلَيْهِمْ بِسُلْطٰنٍۭ بَيِّنٍ﴾

اپنا عقیدہ بیان کرنے کے بعد اپنی قوم کے عقیدے کی خبر لی اور کہا کہ ہماری اس قوم کا حال دیکھو، انھوں نے اللہ واحد کو چھوڑ کر کئی معبود بنا رکھے ہیں جن کے سامنے جھولیاں پھیلاتے ہیں، نذر و نیاز دیتے ہیں، منت مانتے چڑھاوے چڑھاتے ہیں، جن کو انھوں نے اپنا معبود مان رکھا ہے اگر ان کا یہ عقیدہ درست اور برحق ہے تو اس پر کوئی واضح صحیح دلیل کیوں نہیں پیش کرتے؟

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مشرکین سے یہی مطالبہ کیا تھا کہ اگر تم سچے ہو تو اپنے شرک پر کوئی دلیل پیش کرو۔ دیکھیے سورہ الاحقاف، آیت نمبر ۴، سورہ الانعام، آیت نمبر: ۱۴۸۔

مگر حقیقت یہ ہے کہ شرک کی کوئی دلیل موجود ہی نہیں۔صرف سنی سنائی اور جہالت کی باتیں ہیں کوئی معقول دلیل نہیں۔زیادہ سے زیادہ یہ دلیل ہے کہ الفينا عليه آباء نا (ہم نے اپنے باپ دادا کو اس پر پایا ہے)، اس کے برخلاف اللہ کی توحید کی ہزاروں دلیلیں موجود

ہیں جو روزمرہ کے مشاہدے میں آنے والی بھی ہیں اور کتب سماویہ میں بھی بیان ہوئی ہیں۔

❁ : ﴿فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا﴾ یعنی جب ان لوگوں کے پاس کوئی دلیل ہی نہیں تو اس سے صاف پتا چلتا ہے کہ یہ اپنے دعویٰ میں جھوٹے ہیں اور جھوٹ بھی خالق کائنات پر بولتے ہیں۔ خالق کائنات پر جو شخص جھوٹ بولتا ہے اس سے بڑھ کر ظالم، ستم گر، سرکش اور نابکار کوئی نہیں۔

احسن التفاسیر میں لکھا ہے: بے سند بات کو دین ٹھہرانا اللہ پر یہ جھوٹ باندھنا ہے کہ یہ بے سند دین اللہ کا ٹھہرایا ہوا ہے۔ دنیا کے حاکموں پر کوئی جھوٹ باندھے تو اس کو مجرم قرار دیتے ہیں اس لیے ایسے شخص سے بڑھ کر کوئی مجرم دنیا میں نہیں ہوسکتا جو سب سے بڑے حاکم پر جھوٹ باندھے۔ (احسن التفاسیر : ٥/ ٨٤)

قرآن مجید میں متعدد مقامات پر اللہ تعالیٰ پر افترا پردازی کرنے والے کو سب سے بڑا ظالم اور مجرم قرار دیا گیا ہے۔ دیکھیے سورہ الانعام، آیت نمبر ۲۱، ۹۳، ۱۴۴۔ سورہ الاعراف، آیت نمبر ۳۷۔ سورہ یونس، آیت نمبر ۱۷۔ سورہ ہود، آیت نمبر ۱۸۔ سورہ العنکبوت، آیت نمبر: ٦٨ اور سورہ الصّف آیت نمبر ۷۔

آیت ۱۶: ﴿وَاِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ فَاْوٗۤا اِلَى الْكَهْفِ يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَيُهَيِّئْ لَكُمْ مِّنْ اَمْرِكُمْ مِّرْفَقًا ۝﴾ ''اور جب تم ان سے کنارہ کش ہو چکے ہو اور ان سے بھی جن کی وہ اللہ کے سوا عبادت کرتے ہیں تو غار میں پناہ لو۔ تمہارا رب اپنی (بے حد رحمت میں سے) کچھ رحمت تمہارے لیے پھیلا دے گا۔ اور تمہارے لیے تمہارے معاملے میں آسانی مہیا کر دے گا۔''

اصحاب کہف نے اپنی قوم سے علیحدہ ہوکر آپس میں صلاح مشورہ کیا اور ایک دوسرے سے کہا کہ اب جب کہ تم اللہ کی خاطر اپنی قوم اور ان کے جھوٹے معبودوں سے کنارہ کش ہو چکے ہو تو تمھارا ان کے درمیان میں رہنا کسی خطرہ سے خالی نہیں اس لیے بہتری اسی میں ہے کہ غار میں جا کر پناہ گیر ہو جاؤ۔ شاید وہ غار انھوں نے پہلے ہی سے منتخب کر لی ہو۔ رہا یہ

سوال کہ وہاں کتنا عرصہ رہنا ہے، کھانے پینے اور دیگر ضروریات زندگی کا کیا بنے گا؟ تو اس سلسلے میں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں تم اللہ تعالیٰ کی خاطر یہ سب کچھ کر رہے ہو اس کی رحمت بڑی وسیع ہے اس میں سے وہ کچھ رحمت تم پر پھیلا دے گا اور تمھارے معاملے میں آسانی مہیا کر دے گا۔

قرآن مجید میں بھی اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيْرًا وَّسَعَةً ۭ وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْۢ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَي اللّٰهِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝۱۰۰﴾ (النساء: ١٠٠)

''اور جو کوئی اللہ کی راہ میں ہجرت کرے گا وہ زمین میں بہت جگہ اور گنجائش پائے گا اور جو کوئی اپنے گھر سے اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کرتے ہوئے نکلا پھر اسے (راستے میں) موت آ جائے تو بلاشبہ اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہو گیا اور اللہ بہت بخشنے والا بہت مہربان ہے۔''

یہ اصحاب کہف کی اللہ تعالیٰ پر کامل بھروسے اور یقین کی دلیل ہے کہ گھر بار چھوڑتے وقت انھیں اپنے مستقبل کے سلسلے میں کچھ نظر نہیں آ رہا تھا لیکن انھیں اللہ تعالیٰ پر مکمل بھروسا اور یقین تھا کہ وہ انھیں کبھی ضائع نہیں کرے گا۔ اس کی رحمت ضرور انھیں ڈھانپ لے گی۔

حدیث قدسی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى: أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِيْ بِيْ وَأَنَا مَعَهُ إِذَا ذَكَرَنِيْ))

''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوتا ہوں جو وہ میرے بارے میں رکھتا ہے اور میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں جب وہ مجھے یاد کرتا ہے۔''(صحيح البخاري، ح: ٧٤٠٥)

ایک دوسری روایت میں ہے:

((قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِيْ بِي فَلْيَظُنَّ بِي مَاشَاءَ))

''اللہ عزوجل نے فرمایا ہے کہ میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوتا ہوں جو وہ میرے بارے میں رکھتا ہے اب جو وہ چاہے میرے بارے میں گمان رکھ لے۔'' (مسند أحمد: ۳/ ٤٩١۔ صحیح ابن حبان، ح: ٦٣٣۔ سنن الدارمي، ح: ٢٧٣١، وسنده صحیح)

اصحاب کہف آپس میں اپنے طے شدہ پروگرام کے مطابق لوگوں سے چھپتے چھپاتے اس غار کی طرف بھاگ کر چلے گئے۔ وہاں نیند کا غلبہ ہوا تو سو گئے۔ یوں اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنی مہربانی فرمائی۔ انھیں نیند کی آغوش میں پہنچا دیا اور کسی کے کانوں کان ان کی خبر بھی نہ ہونے دی۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے اس (حاکم وقت) پر ان کی خبر مخفی کر دی جس طرح کہ اس نے اپنے نبی ﷺ اور ان کے ساتھی ابوبکر صدیق کے ساتھ کیا تھا کہ جب وہ غارِ ثور میں جا چھپے اور مشرکین قریش ان کی طلب اور تلاش میں نکلے لیکن کامیاب نہ ہو سکے باوجود اس کے کہ ان کا گزر اس غار پر ہوتا تھا اور وہ غار ان کے نزدیک تھی۔ نبی ﷺ نے جب صدیق اکبر کی گھبراہٹ دیکھی اور ان کا یہ کلمہ سنا کہ اے اللہ کے رسول! اگر ان میں سے کسی نے اپنے پاؤں کی طرف دیکھا تو وہ ضرور ہمیں دیکھ لے گا تو آپ نے فرمایا: ''اے ابوبکر! ان دونوں کے بارے میں تمھارا کیا خیال ہے جن کے ساتھ تیسرا اللہ ہے۔'' (صحیح البخاري، ح: ٣٤٥٣) اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ إِلَّا تَنصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللَّهُ إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا ۖ فَأَنزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ وَأَيَّدَهُ بِجُنُودٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِينَ كَفَرُوا السُّفْلَىٰ ۗ وَكَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا ۗ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٤٠﴾ ﴾ (التوبة: ٤٠)

''اگر تم اس کی مدد نہ کرو گے تو بے شک اللہ نے اس کی مدد فرمائی جب کافروں نے انھیں نکال دیا تھا وہ دو میں سے دوسرا تھا جب وہ دونوں غار میں تھے جب

وہ اپنے ساتھی سے فرما رہا تھا کہ غم نہ کر، بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے تو اللہ نے اس پر اپنی سکینت نازل فرمائی اور ایسے لشکروں سے اس کی مدد کی جنھیں تم نے نہیں دیکھا اور اس نے کافروں کی بات کو پست کر دیا اور اللہ کا کلمہ ہی بلند ہے اور اللہ خوب غالب کمال حکمت والا ہے۔''

سو اس غارِ (ثور) کا قصہ اصحاب کہف کے قصے سے اشرف، افضل، اعظم اور عجیب تر ہے۔ (تفسير القرآن العظيم : ٤/ ٢٠٠، ٢٠١)

آیت ۱۷: ﴿وَ تَرَى الشَّمْسَ اِذَا طَلَعَتْ تَّزٰوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَ اِذَا غَرَبَتْ تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ وَ هُمْ فِيْ فَجْوَةٍ مِّنْهُ ؕ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ ؕ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا ﴿۱۷﴾﴾ ''اور آپ سورج کو دیکھیں گے جب وہ طلوع ہوتا ہے تو ان کے غار سے دائیں طرف جھک جاتا ہے اور جب غروب ہوتا ہے تو ان کے بائیں جانب کترا جاتا ہے حالانکہ وہ اس کی کشادہ جگہ میں ہیں۔ یہ اللہ کی نشانیوں میں سے (ایک نشانی) ہے۔ جسے اللہ ہدایت دے وہی ہدایت یافتہ ہے، اور جسے وہ بے راہ کر دے تو آپ اس کے لیے کوئی راہنمائی کرنے والا دوست ہرگز نہ پائیں گے۔''

❁: ﴿وَ تَرَى الشَّمْسَ اِذَا طَلَعَتْ تَّزٰوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَاِذَا غَرَبَتْ تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ﴾ اس میں اس غار کی حالت بیان فرمائی جا رہی ہے جس میں اصحاب کہف سوئے ہوئے تھے کہ اس غار کا رخ شمال کی طرف تھا۔ جب سورج طلوع ہوتا تو دھوپ دائیں طرف ہو جاتی اور جب غروب ہوتا تو بائیں طرف ہو جاتی تھی۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "هذا فيه دليل على أن باب هذا الكهف كان من نحو الشمال لأن الله تعالٰى أخبر أن الشمس إذا دخلته عند طلوعها تزور عنه ذات اليمين أي يتقلص الفيئ يمنة" اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ اس غار کا دروازہ شمال کی طرف تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ جب سورج

طلوع ہوتا تو اس کا سایہ دائیں طرف کنارہ کر جاتا۔ (تفسیر القرآن العظیم : ٤/ ٢٠١)

اگر اس غار کا منہ مشرق یا مغرب کی طرف ہوتا تو یقیناً سورج انھیں تکلیف پہنچاتا۔ طلوع ہوتا تو بھی اور غروب ہوتا تو بھی، اللہ تعالیٰ نے اس سے انھیں محفوظ رکھا۔

❁: ﴿وَهُمْ فِيْ فَجْوَةٍ مِّنْهُ﴾ اصحاب کہف کے غار کے اندر رہنے کی کیفیت بیان فرمائی جارہی ہے کہ وہ غار میں کشادہ جگہ پر لیٹے ہوئے تھے، انھیں کوئی گھٹن وغیرہ محسوس نہیں ہوتی تھی۔ اللہ تعالیٰ حسبِ ضرورت ہوا اور روشنی انھیں پہنچا رہا تھا۔

❁: ﴿ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ﴾ اس قصے میں اللہ کی قدرت کی کئی نشانیاں ہیں۔ ایک نشانی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس غار کی طرف ان کی راہنمائی کی جس میں انھیں زندہ رکھا روشنی اور ہوا حسبِ ضرورت ان پر داخل ہوتی تاکہ ان کے بدن باقی رہیں۔ (تفسیر القرآن لابن کثیر : ٤/ ٢٠٢)

ہدایت اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے:

❁: ﴿مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ﴾ حقیقت یہی ہے کہ ہدایت اور گمراہی اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ جسے ہدایت دے وہی ہدایت یافتہ ہے۔ کوئی انسان اپنے بل بوتے پر یا اپنی عقل، علم یا کسی دوسری چیز کی بنیاد پر ہدایت حاصل نہیں کرسکتا۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ملتی ہے اگر اس کی توفیق شامل حال نہ ہو تو دنیا کی کوئی طاقت کسی کو راہ راست پر نہیں لاسکتی۔ قرآن مجید کی متعدد آیات میں یہ مضمون بیان فرمایا گیا ہے:

سورہ الاعراف میں فرمایا:

﴿مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِيْ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝﴾

(الاعراف : ١٧٨)

"جسے اللہ ہدایت دے سو وہی ہدایت یافتہ ہے اور جسے وہ بے راہ کردے تو وہی خسارہ اٹھانے والے ہیں۔"

سورہ بنی اسرائیل میں ہے:

﴿وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ﴾ (بنی اسرائیل : ۹۷)

''جسے اللہ ہدایت دے وہی ہدایت یافتہ ہے اور جنھیں وہ بے راہ کردے تو آپ ان کے لیے اس کے سوا ہرگز کوئی مددگار نہ پائیں گے۔''

سیّدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو خطبہ دیتے، اللہ کی شایان شان حمد وثنا بیان کرتے پھر فرماتے:

((مَنْ يَهدِهِ اللّٰهُ فَـلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُضْلِلْ فَـلَا هَادِيَ لَهُ .))

''جسے اللہ ہدایت دے تو اسے کوئی گمراہ نہیں کرسکتا اور جسے وہ بے راہ کردے تو کوئی اسے ہدایت نہیں دے سکتا۔'' (صحیح مسلم، ح : ۸٦٧)

اللہ تعالیٰ کے سوا اگر کوئی ہدایت دینے والا ہوتا تو وہ حضرات انبیاء کرام ہوتے اور اگر ہدایت انبیاء کرام کے اختیار میں ہوتی تو وہ اپنی اپنی امت کے ہر ہر فرد کو ہدایت سے نواز دیتے۔ دور نہ جائیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابوطالب ہی کی مثال لے لیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کتنی خواہش اور تڑپ تھی کہ وہ مسلمان ہوجائے اور راہ ہدایت پالے حتیٰ کہ اس کے آخری وقت میں یہاں تک کہا اور بار بار کہا کہ (اب ہی) کلمہ پڑھ لیں لیکن اس نے صاف انکار کردیا۔ (دیکھیے: صحیح البخاري : ٤٧٧٢) تو اللہ نے فرمایا:

﴿اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ۝﴾ (القصص : ٥٦)

''بے شک آپ جسے چاہیں، ہدایت نہیں دے سکتے اور لیکن اللہ ہی جسے چاہے ہدایت دے اور وہی ہدایت والوں سے خوب واقف ہے۔''

ہدایت سے محرومی کے اسباب:

(۱،۲،۳) اللہ سے کیا ہوا عہد توڑنا، قطع تعلقی اور فساد فی الارض: ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ مَا يُضِلُّ بِهٖۤ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَۙ۝۲۶ الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ۪ وَ يَقْطَعُوْنَ مَاۤ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖۤ اَنْ يُّوْصَلَ وَ يُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ١ؕ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ۝۲۷﴾ (البقرة : ٢٦ ، ٢٧)

''وہ اس کے ساتھ نافرمانوں ہی کو بے راہ کرتا ہے، جو اللہ کے عہد کو اس کے پختہ ہونے کے بعد توڑتے ہیں اور اللہ نے جن چیزوں کو جوڑنے کا حکم دیا انھیں کاٹتے (باہمی تعلقات قطع کرتے) ہیں اور زمین میں فساد کرتے ہیں ایسے ہی لوگ نقصان دکھانے والے ہیں۔''

(۴) کفر پر اصرار: ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ۠۝۳۷﴾ (التوبة : ٣٧)

''اللہ تعالیٰ (کفر پر ڈٹ جانے والے) کافروں کو ہدایت نہیں دیتا۔''

(۵) ظلم: ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ۝۱۰۹﴾ (التوبة : ١٠٩)

''اللہ تعالیٰ ظلم کرنے والے لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔''

(٦) آیات الٰہی پر ایمان نہ رکھنا: ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ١ۙ لَا يَهْدِيْهِمُ اللّٰهُ﴾ (النحل : ١٠٤)

''جو لوگ اللہ تعالیٰ کی آیتوں پر ایمان نہیں لاتے اللہ انھیں ہدایت نہیں دیتا۔''

(۷،۸) جھوٹ اور ناشکری: ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ۝۳﴾ (الزمر: ٣)

''اللہ تعالیٰ جھوٹے اور نہایت ناشکرے انسان کو ہدایت نہیں دیتا۔''

(۹) حد سے بڑھنا: ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ۝۲۸﴾ (المؤمن: ٢٨)

''اللہ تعالیٰ حد سے بڑھنے والے سخت جھوٹے انسان کو ہدایت نہیں دیتا۔''

(۹) فاسق: ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاسْمَعُوْا ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴾ (المائدة : ۱۰۸)

''اور اللہ سے ڈرو اور (بات کو) سنو، بے شک اللہ فاسق لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔''

حصول ہدایت کے ذرائع:

(۱) اللہ کی رضا اور خوشنودی: ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَ يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴾

(المائدة : ۱٦)

''جو لوگ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا کے پیچھے چلیں اللہ انھیں سلامتی کے راستوں کی رہنمائی کرتا ہے اور انھیں اپنے حکم سے اندھیروں سے روشنی کی طرف نکالتا ہے اور انھیں سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتا ہے۔''

(۲) اللہ کی طرف رجوع: ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ اَنَابَ ﴾ (الرعد : ۲۷)

''جو شخص اللہ کی طرف رجوع کرے اللہ اسے اپنی طرف ہدایت دیتا ہے۔''

(۳) محنت اور کوشش: ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ﴾ (العنکبوت : ٦۹)

''جو لوگ حصول ہدایت کے لیے کوشش کریں ہم ان کو ضرور اپنے راستوں کی راہنمائی کرتے ہیں۔''

درس حدیث:

مسند عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

قسط:2

إمام ابن ابی داود السجستاني

ترجمہ وتحقیق وتخریج وفوائد: حافظ معاذ بن زبیر علی زئی

٦) وَبِهِ عَنْ عَائِشَةَ رضي الله عنها قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَا يَقُولَنَّ أَحَدُكُمْ خَبُثَتْ نَفْسِي وَلَكِنْ لِيَقُلْ لَقِسَتْ)) .

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی (اپنے بارے میں) یہ ہرگز نہ کہے کہ میرا نفس خبیث ہے، بلکہ یہ کہے: میری طبیعت خراب ہے (یا میں پریشان ہوں)''

تحقیق و تخریج:...... سنده صحيح

اسے امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح بخاری (٦١٧٩) میں، امام مسلم رحمہ اللہ نے صحیح مسلم (٢٢٥٠) میں اور امام ابوبکر الحمیدی رحمہ اللہ نے مسند الحمیدی (٢٦٣) میں ہشام بن عروہ کی سند سے روایت کیا ہے۔ نیز دیکھئے یہی کتاب (١٠١)

شرح وفوائد:

١: اللقس سے مراد ایسی چیز جو حلق سے منہ کے ذریعے خارج ہو لیکن قے نہ ہو۔ تاہم ''لقس النفس'' سے مراد ''حزین، مکتئب'' یا ''ضيق الصدر'' یعنی نفس کی اُداسی ہے۔

٢: دونوں لفظوں کا معنی ایک ہی ہے یعنی لفظ خبثت سے کراہت مقصود ہے۔ علامہ نووی رحمہ اللہ نے بھی یہی باب قائم کیا ہے: ''باب كراهة قول الإنسان خبثت نفسي''۔ (صحیح مسلم: قبل ح ٢٢٥٠) امام ابن حبان رحمہ اللہ نے باب قائم کیا: ''ذكر الزجر عن أن يقول المرء خبثت نفسي'' (صحیح ابن حبان، الاحسان: قبل ح ٥٧٢٤)

٣: آدمی کو اپنے لیے قبیح الفاظ استعمال کرنے سے گریز کرنا چاہیے۔ بلکہ اچھے الفاظ کا استعمال

کرنا چاہیے۔

۴: اگر کسی کے قبیح نام ہوں تو انھیں اچھے ناموں سے بدل دینا چاہیے۔فتح مکہ کے موقع پر نبی کریم ﷺ نے ایک آدمی کا نام ''العاصی'' سے بدل کر ''مطیع'' رکھ دیا تھا۔ایک عورت کا نام ''عاصیہ'' سے ''جمیلہ'' رکھ دیا تھا۔ (دیکھئے صحیح مسلم:۲۱۳۹،۱۷۸۲)

۷) وَبِهٖ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رضی اللہ عنہما يَقُوْلُ: إِنَّ الْمَيِّتَ لَيُعَذَّبُ بِبُكَاءِ أَهْلِهٖ عَلَيْهِ . فَقَالَتْ: وَيْلَ ابْنِ عُمَرَ! إِنَّمَا كَانَ رَجُلًا خَبِيْثًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: **((إِنَّ هٰذَا لَيُعَذَّبُ وَأَهْلُهٗ يَبْكُوْنَ عَلَيْهِ))** .

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ (سیدنا عبداللہ) ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: میت کو اس کے گھر والوں کے اس پر رونے کی وجہ سے عذاب ہوتا ہے۔تو انھوں (سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا) نے فرمایا: ابن عمر (رضی اللہ عنہما) کو غلطی لگی، وہ (میت) تو ایک خبیث شخص تھا جس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا: ''بے شک اسے عذاب دیا جا رہا ہے اور اس کے گھر والے اس پر رو رہے ہیں۔''

تحقیق و تخریج:...... سندہ صحیح

اسے امام مسلم رحمہ اللہ نے صحیح مسلم (۹۳۲) میں، امام ابوبکر بن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب المصنف (۶۲/۳ ح ۱۲۱۲۰) میں، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے مسند احمد (۳۸/۲ ح ۴۹۵۸، ۴۹۵۹) میں اور امام نسائی رحمہ اللہ نے سنن النسائی (۱۸۵۶) میں ہشام بن عروہ کی سند سے روایت کیا ہے۔ نیز اسے امام مالک بن انس المدنی رحمہ اللہ نے تھوڑے سے فرق کے ساتھ اپنی کتاب موطا (روایۃ یحییٰ: ۲۳۴/۱ ح ۵۵۶) میں عمرہ بنت عبدالرحمٰن عن عائشہ کی سند سے روایت کیا ہے اور امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح بخاری (۱۲۸۹) میں امام مالک بن انس رحمہ اللہ کی سند سے روایت کیا ہے۔

شرح وفوائد:

۱: مکتبہ دارالاقصی نے جو نسخہ طبع کیا ہے اس میں ''وَيْلَ'' لکھا ہوا ہے جب کہ اصل مخطوطے

میں ''وَھِلَ'' کے الفاظ ہیں اور ترجمہ اس لفظ کے لحاظ سے کیا گیا ہے۔

۲: میت کو عذاب والی حدیث اپنے مفہوم کے ساتھ درج ذیل صحابہ رضی اللہ عنہم نے بیان کی ہے:
عمر بن الخطاب، عبداللہ بن عمر، عمران بن حصین، مغیرہ بن شعبہ، سمرہ بن جندب اور ابوموسی الاشعری رضی اللہ عنہم۔ (دیکھئے فتاویٰ علمیہ المعروف توضیح الاحکام: ۱/ ۵۴۸، الاتحاف الباسم: ص ۳۹۷)

معلوم ہوا کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نہ بھولے ہیں اور نہ انھیں غلطی لگی ہے بلکہ اصل مسئلہ یہ ہے کہ جو شخص جاہلیت کی طرح رونے پیٹنے کے خلاف تھا اور اس سے منع کرتا تھا تو اس پر ایسا رونے پیٹنے کی وجہ سے کوئی عذاب نہیں ہوتا اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی بیان کردہ دلیل کا یہی مطلب ہے۔

۳: امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا: ''یعذب المیت ببعض بکاء أھلہ علیہ إذا کان النوح من سنتہ فإذا لم یکن من سنتہ فھو کما قالت عائشۃ رضی اللہ عنہا لا تزر وازرۃ وزر أخری '' میت کو اس کے گھر والوں کے بعض رونے پیٹنے کی وجہ سے عذاب ہوتا ہے بشرطیکہ یہ رونا پیٹنا اس کی رضامندی سے جاری ہو اور اگر وہ اس طریقے کو جاری کرنے والا نہیں تھا تو وہی بات ہے جو عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ کوئی شخص دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ (صحیح بخاری: قبل ح ۱۲۸۴)

یعنی اگر کوئی شخص رونے پیٹنے پر راضی تھا اور اس سے منع نہیں کرتا تھا تو اس پر عذاب ہو گا۔ اور اگر کوئی شخص اس پر راضی نہیں تھا یا یہ حرکت خود بھی نہیں کرتا تھا اور اس سے منع کرتا تھا تو اس پر اس کی وجہ سے عذاب نہیں ہو گا۔ واللہ اعلم

۴: میت کو عذاب والی حدیث متواتر ہے۔ (دیکھئے قطف الازھار المتناثرۃ فی الاخبار المتواترۃ للسیوطی: ح ٤٤، نظم المتناثر من الحدیث المتواتر للکتانی: ح ١٠٦)

۵: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک روایت میں آیا ہے کہ ''إنما مرّ رسول اللّٰہ ﷺ علیٰ قبر ......'' رسول اللہ ﷺ تو قبر کے پاس سے گزرے تھے۔ الخ (مسند احمد: ۲/ ۳۸، سندہ صحیح)

۸) وَبِهٖ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْقِي: ((**امْسَحِ الْبَأْسَ رَبَّ النَّاسِ! بِيَدِكَ الشِّفَاءُ، لَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا أَنْتَ**)).

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دم کیا کرتے تھے: ''اے لوگوں کے رب! بیماری کو دُور کر دے، تیرے ہی ہاتھ میں شفا ہے، تیرے علاوہ کوئی بیماری کو دُور کرنے والا نہیں۔''

تحقیق و تخریج:...... سنده صحيح

اسے امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح بخاری (۵۷۴۴) میں اور امام مسلم رحمہ اللہ نے صحیح مسلم (۲۱۹۱) میں ہشام بن عروہ کی سند سے روایت کیا ہے۔ نیز دیکھئے یہی کتاب (۹۷)

شرح وفوائد:

۱: دم کرنا متعدد احادیث سے ثابت ہے، جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے تو سیدنا جبریل علیہ السلام نے یوں دم کیا: ''بِسْمِ اللّٰهِ اَرْقِيكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يُؤْذِيْكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ نَفْسٍ اَوْ عَيْنِ حَاسِدٍ، اَللّٰهُ يشْفِيكَ، بِسْمِ اللّٰهِ اَرْقِيكَ'' میں آپ کو تکلیف دینے والی ہر چیز سے، ہر نفس کے شر سے یا حاسد کی نظر بد سے اللہ کے نام کے ساتھ دَم کرتا ہوں، اللہ آپ کو شفا عطا فرمائے، میں اللہ کے نام کے ساتھ آپ کو دم کرتا ہوں۔ (صحیح مسلم: ۲۱۸٦)

۲: بیماری کا علاج کرانا سنت ہے اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہنا چاہیے کیوں کہ بیماری سے شفا دینے والا وہی ہے۔ سیدنا عثمان بن ابی العاص ثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس تکلیف کی شکایت کی جو اُن کے جسم میں اس وقت سے تھی جب وہ مسلمان ہوئے تھے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے فرمایا: اپنا دایاں ہاتھ اپنے جسم پر تکلیف والی جگہ پر رکھو اور تین مرتبہ کہو: بِسْمِ اللّٰهِ اور سات مرتبہ کہو: أَعُوْذُ بِعِزَّةِ اللّٰهِ وَقُدْرَتِهِ مِنْ شَرِّ مَا أَجِدُ وَأُحَاذِرُ ''میں اللہ کی عزت اور قدرت کے ساتھ پناہ چاہتا ہوں اس شر سے جسے میں پاتا ہوں اور جس سے میں ڈرتا ہوں۔'' انھوں نے کہا کہ میں نے ایسا کیا تو اللہ نے میری تکلیف دُور فرما دی۔ میں مسلسل اپنے گھر والوں اور دوسرے لوگوں کو اسی کا حکم دیتا رہا ہوں۔ (صحیح مسلم: ۲۲۰۲،

سنن ابی داود: ۳۸۹۱ واللفظ لہ)

۹) وَبِهٖ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ: كُنْتُ أَلْعَبُ فِيْ بَيْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ بِالْبَنَاتِ - فَيَجِئْنَ صَوَاحِبِيْ فَيَنْقَمِعْنَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ - فَيَخْرُجُ فَيَدْخُلْنَ عَلَيَّ .

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں رسول اللہ ﷺ کے گھر میں گڑیوں کے ساتھ کھیلا کرتی تھی، پھر میری سہیلیاں آجاتیں، (جب آپ ﷺ تشریف لاتے) تو وہ رسول اللہ ﷺ سے چھپ جایا کرتیں اور جب آپ ﷺ چلے جاتے تو وہ واپس میرے پاس آجایا کرتیں تھیں۔

تحقیق و تخریج:...... سندہ صحیح

اسے امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح بخاری (۶۱۳۰) میں اور امام مسلم رحمہ اللہ نے صحیح مسلم (۲۴۴۰) میں ہشام بن عروہ کی سند سے روایت کیا ہے۔ نیز دیکھئے یہی کتاب (۵۶)

شرح وفوائد:

۱: بعض روایتوں میں آیا ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی سہیلیاں آپ ﷺ کو دیکھ کر بھاگ جایا کرتیں تھیں تو آپ انھیں پکڑ کر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس لاتے تھے۔

(دیکھئے صحیح بخاری: ۶۱۳۰، مسند احمد: ۶/ ۱۶۶ ح ۲۵۳۳۴)

۲: کم عمر (چھوٹی) بچیوں کا کھلونوں (گڑیوں) وغیرہ کے ساتھ کھیلنا جائز ہے۔

(دیکھئے فتح الباری: ۱۳/ ۱۰۷، طبع دار طیبہ)

۳: امام بغوی رحمہ اللہ نے اس حدیث پر درج ذیل باب قائم کیا: ''بَابُ حُسْنِ الْعِشْرَةِ مَعَهُنَّ ، قَالَ اللّٰه تَعَالٰی: ﴿وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ [٤/ النساء، الآية: ١٩]'' اُن کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کا بیان، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور ان کے ساتھ اچھے طریقے سے رہو۔'' (شرح السنۃ: ۹/ ۱۶۵ قبل ح ۲۳۳۶)

۴: امام انس بن عیاض رحمہ اللہ نے فرمایا: ''يَنْقَمِعْنَ: يَفْرِرْنَ'' یعنی بھاگ جانا۔

(السنن الكبرىٰ للبيهقي: ١٠/ ٣٧٠ ح ٢٠٩٨١ ، سنده صحيح)

۱۰) وَبِهٖ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((**مَا مِنْ مُسْلِمٍ تُصِيْبُهٗ مُصِيْبَةٌ**

شَوْكَةٌ فَمَا فَوْقَهَا إِلَّا كَفَّرَ اللّٰهُ عَنْهُ بِهَا خَطِيْئَةً)) .

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''کوئی بھی مسلمان ایسا نہیں ہے کہ جسے کوئی مصیبت پہنچے، یہاں تک کہ اُسے کانٹا چبھے یا اس سے بھی کم مصیبت پہنچے، مگر اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے اس کے گناہ کو معاف فرما دیتا ہے۔''

تحقیق و تخریج:...... سنده صحیح

اسے امام مسلم رحمہ اللہ نے صحیح مسلم (۲۵۷۲) میں ہشام بن عروہ کی سند سے روایت کیا ہے، نیز اسے امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح بخاری (۵۶۴۰) میں عروہ بن الزبیر کی سند سے روایت کیا ہے۔

شرح وفوائد:

۱: صحیح مسلم (۲۵۷۲) میں الفاظ ہیں کہ ''إلا رفعه الله بها درجة ، أو حط عنه بهـا خطيئة''، یعنی اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں ایک درجہ بلند فرماتا ہے یا اس کی ایک خطا معاف فرماتا ہے۔

۲: نبی کریم ﷺ جب کسی مریض کی عیادت کے لیے تشریف لے جاتے تو فرماتے: ((لا بـأس طهـور إن شـاء اللّٰـه)) کوئی حرج نہیں، اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو (یہ بیماری) پاک کرنے والی ہے۔ (صحیح بخاری: ۳۶۱۶)

معلوم ہوا کہ مومن کے لیے بیماری (صغیرہ) گناہوں سے پاکی کا ذریعہ وسبب ہے۔

۳: تکلیفیں وآزمائشیں بھی مومن کے لیے خیر کا باعث ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مومن کا بھی عجب حال ہے اس کا ہر معاملہ خیر ہی خیر ہے اور یہ بات سوائے مومن کے کسی کو حاصل نہیں کہ اگر اسے کوئی خوشی ملتی ہے تو وہ شکر کرتا ہے تو وہ اس کے لیے خیر ہے اور اگر اسے نقصان پہنچتا ہے تو صبر کرتا ہے، تو یہ بھی اس کے لیے خیر ہے۔'' (صحیح مسلم: ۲۹۹۹)

۴: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مومن مرد اور مومنہ عورت کے ساتھ بیماریاں/آزمائشیں مسلسل لگی رہتی ہیں، اس کے جسم میں، اس کے مال میں اور اس کی اولاد میں، یہاں تک کے وہ اللہ کے پاس جا پہنچتا ہے اور اس پر کوئی گناہ نہیں ہوتا۔'' (مسند احمد: ۲/۴۵۰ ح ۹۸۱۱، سندہ حسن)

کیا ابوبکر الجصاص حنفی اعتزال کی طرف مائل تھے؟

حافظ بلال اشرف اعظمی (بورے والا)

معزز قارئین! ابوبکر احمد بن علی الرازی الجصاص "صاحب احکام القرآن" (م: ۳۷۰ھ) فقہائے احناف میں بڑے اونچے مقام پر فائز ہیں۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (م: ۷۷۴ھ) لکھتے ہیں: "انتهت إليه رياسة الحنفية في وقته." "ان کے دور میں حنفیہ کی سرداری ان پر ختم تھی۔" (البداية والنهاية: ۸/ ۵۲)

جناب عبدالحئ لکھنوی حنفی (م: ۱۳۰۴ھ) لکھتے ہیں:

"ومن تتبع تصانيفه والأقوال المنقولة عنه علم أن الذين عدهم من المجتهدين كشمس الأئمة وغيره كلهم عيال عليه، فهو أحق بأن يجعل من المجتهدين في المذهب."

"اور جو ان کی تصانیف اور ان سے منقول اقوال کی جانچ کرے گا، اسے علم ہوجائے گا کہ شمس الائمہ وغیرہ فقہاء جنھیں اس نے مجتہدین فی المسائل کے طبقہ میں شمار کیا ہے، یہ سب ان کے سامنے بمنزلہ شاگردوں کے ٹھہرتے ہیں، ابوبکر الجصاص مجتہدین فی المذہب کے طبقہ میں سے قرار دیے جانے کے زیادہ حق دار ہیں۔" (الفوائد البهية في تراجم الحنفية، ص: ۲۷)

یاد رہے کہ مشہور فقہاء احناف قاضی ابو یوسف اور محمد بن حسن الشیبانی کو مجتہدین فی المذہب کے طبقہ میں شمار کیا جاتا ہے۔

ابوبکر الجصاص اور اعتزال:

ابوبکر الجصاص الحنفی معتزلہ کے عقائد کی طرف میلان رکھتے تھے، تفصیل درج ذیل ہے:

☆ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی رحمہ اللہ (م: ۷۴۸ھ) لکھتے ہیں:

"وقيل كان يميل إلى الاعتزال، وفي تواليفه ما يدل على ذلك في رؤية الله وغيرها، نسأل الله السلامة."

''کہا گیا ہے کہ وہ اعتزال کی طرف میلان رکھتے تھے اور ان کی کتب میں اس پر دلالت کرنے والی باتیں موجود ہیں، یعنی آخرت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار وغیرہ، ہم اللہ تعالیٰ سے سلامتی کا سوال کرتے ہیں۔'' (سير أعلام النبلاء: ١٢/ ٤١٢)

☆ دکتور محمد حسین الذہبی (م: ۱۹۷۷ء) لکھتے ہیں:

"يميل إلى عقيدة المعتزلة ويتأثر بها في تفسيره."

''معتزلہ کے عقیدہ کی طرف میلان رکھتے تھے اور اپنی تفسیر میں اس سے متاثر ہیں۔'' (التفسير والمفسرون: ٢/ ٣٢٦)

☆ دیوبندی مکتبِ فکر کے شیخ الحدیث والتفسیر محمد حسین شاہ نیلوی صاحب (م: ۲۰۰۶ء) لکھتے ہیں:

''امام جصاص باوجود حنفی محدث محقق ہونے کے بعض بعض اعتقادی مسائل میں اہل اعتزال کے مسلک کی طرف جھک گئے ہیں۔'' (کیا رسول اکرم ﷺ پر جادو ہوا؟، ص: ۱۴)

☆ ڈاکٹر سراج الاسلام حنیف صاحب (شاگرد مولانا غلام اللہ خان صاحب راولپنڈی) لکھتے ہیں:

''امام ابوبکر جصاص معتزلی عقائد سے متاثر تھے۔'' (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر اعتراضات کا علمی جائزہ، ص: ۱۷۲)

ابوبکر الجصاص الحنفی کے معتزلی عقائد سے متاثر ہونے کی چار مثالیں درج ذیل ہیں:

(۱) اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ ہے کہ جادو کا وجود اور حقیقت ہے، باذن اللہ اس کی تاثیر ہے اور معتزلہ کے نزدیک جادو کی کوئی حقیقت نہیں ہے، محض ایک خیال ہے۔ (دیکھیں:

تفسیر قرطبی : ۲/ ٤٦)

ابوبکر الجصاص الحنفی نے اس مسئلہ میں معتزلہ کی ہم نوائی کی ہے، چنانچہ لکھتے ہیں:

"ومتى أطلق فهو اسم لكل أمر مموه باطل لا حقيقة له ولا ثبات." (أحكام القرآن : ۱/ ٦١)

یعنی مطلقاً سحر (جادو) سے مراد ہر وہ چیز ہے جو ملمع کی ہوئی ہو لیکن باطل ہو اور اس کی کوئی حقیقت اور وجود نہ ہو۔

جادو کے بارہ میں ابوبکر الجصاص کا تفصیلی نظریہ جاننے کے لیے دیکھیں (أحكام القرآن: ۱/ ٥٩ تا ٧٤)

صحیح البخاری اور صحیح مسلم کی حدیث ہے کہ لبید بن اعصم منافق (یہودی) نے رسول اللہ ﷺ پر جادو کیا تھا، جس سے آپ ﷺ چند دن بیمار رہے، آپ ﷺ ازواجِ مطہرات سے ازدواجی تعلق کا ارادہ فرماتے لیکن ایسا ہو نہ پاتا، یہ جسمانی بیماری عارضی اور چند دن تھی، جادو سے عقل و ذہن، وحی و شریعت پر کوئی اثر نہیں پڑا، والحمد للہ۔ (دیکھیں: صحيح البخاري : ۲/ ۸۹۵، صحيح مسلم : ۲/ ۲۲۱)

ابوبکر الجصاص اس حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں:

"ومثل هذه الأخبار من وضع الملحدين تلعباً بالحشو الطغام"

''اس قسم کی روایتیں احمق اور نکمے لوگوں پر ذہنی غلبہ حاصل کرنے کے لیے ملحدین نے وضع کی ہیں۔'' (أحكام القرآن : ۱/ ۷۰)

(۲) اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ ہے کہ اہل جنت جنت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار کریں گے، جبکہ معتزلہ رؤیت باری تعالیٰ کے منکر ہیں۔ (دیکھیں: شرح العقيدة الطحاوية لابن ابي العز، ص: ۱۸۸ وما بعده)

ابوبکر الجصاص نے اس مسئلہ میں معتزلہ کی ہمنوائی کی ہے، چنانچہ لکھتے ہیں:

"لا تـدركـه الأبـصـار ، مـعناه: لا تراه الأبصار ، وهذا تمدح بـنفي رؤية الأبصار كقوله تعالٰى: لا تأخذه سنة ولا نوم ، وما تـمـدح اللّٰه بنفيه عن نفسه فإن إثبات ضده ذم و نقص ، فغير جـائـز إثبات نقيضه بحالٍ ، كما لو بطل استحقاق الصفة بلا تـأخذه سنة ولا نوم لم يبطل إلا إلى صفة نقص ، فلما تمدح بنفي ر ؤية البـصر عنه لم يجز إثبات ضده ونقيضه بحال ، إذ كان فيه اثبات صفة نقص ."

''آیت کریمہ ﴿لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ آنکھیں ذاتِ باری تعالیٰ کو دیکھ نہیں سکتیں، اس آیت میں آنکھوں کے ذریعہ رؤیت کی نفی کر کے اللہ تعالیٰ کی مدح کی گئی ہے، جس طرح دوسری آیت میں فرمایا کہ اسے اونگھ اور نیند نہیں آتی، اس آیت میں نیند اور اونگھ کی نفی کر کے اللہ تعالیٰ کی تعریف کی گئی ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات سے جس چیز کی نفی کر کے مدح سرائی کی ہو، اس کی ضد کا اثبات نقص و عیب ہوگا، اس لیے کسی حالت میں اس کی ضد کا اثبات جائز نہیں ہے۔ جس طرح ﴿لَا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ﴾ کی بنا پر صفت مدح کا استحقاق باطل ہو جاتا ہے، اور اس کے نتیجے میں ایسی صفت لازم آتی ہے جو نقص پر دلالت کرتی ہے، اسی طرح جب اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات سے آنکھوں کے ذریعہ رؤیت کی نفی کر کے اپنی تعریف کی ہے تو اب اس کی ضد اور نقیض کا اثبات کسی صورت میں جائز نہیں ہے، کیونکہ اس میں ایسی صفت کا اثبات ہے جو نقص پر دلالت کرتی ہے۔'' (أحكام القرآن : ۳/ ۸)

(۳) اہل السنۃ والجماعۃ قرآن وحدیث سے ثابت اللہ تعالیٰ کی تمام صفات پر ایمان رکھتے ہیں، نہ صفات کی نفی کرتے ہیں، نہ ان کی کیفیت بیان کرتے ہیں اور نہ انھیں مخلوق کی صفات کے مشابہ قرار دیتے ہیں جبکہ معتزلہ صفات کی نفی کرتے ہیں، ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ

کے اسماء محض ذات کی معرفت کے لیے ہیں، صفات پر دلالت کرنے والے نہیں ہیں، وہ یہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ سمیع بلا سمع، علیم بلا علم اور قادرۃ بلا قدرۃ ہے۔ (دیکھیں: شرح العقيدة الطحاوية لابن أبي العز، ص: ٩٩، فتح الباري لابن حجر: ١٣/ ٣٤٤)

ابوبکر الجصاص الحنفی نے اس مسئلہ میں معتزلہ کی موافقت کی ہے، چنانچہ لکھتے ہیں:

"الأصل في ذلك: أن كل ما كان من صفات الله تعالى التي استحقها لذاته، فإنه يكون حالفاً به إذا أقسم به، نحو قوله: وقدرة الله، وكبرياء الله، وجلال الله، وسائر الصفات الذاتية. والمعنى في ذلك أن قوله: وقدرة الله، بمنزلة قوله: والله القادر، وقوله: وعظمة الله، معناه والله العظيم، إذ ليس هناك قدرة بها كان قادراً، ولا عظمة بها كان عظيماً."

''اس بارہ میں اصول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی وہ تمام صفات جن سے اللہ تعالیٰ ذاتی طور پر موصوف ہے، جب کوئی شخص ان صفات میں سے کسی صفت کے ساتھ قسم کھائے تو وہ اللہ تعالیٰ ہی کی قسم کھانے والا سمجھا جائے گا، جیسے وہ کہے: وقدرة الله، وكبرياء الله، وجلال الله اور باقی صفاتِ ذاتیہ اسی طرح ہیں، البتہ معنی یوں ہوگا کہ "وقدرة الله" "والله القادر" کے معنی میں ہے اور "وعظمة الله" کا معنی "والله العظيم" ہے، کیونکہ قدرت الگ سے اللہ تعالیٰ کا کوئی ایسا وصف نہیں ہے جس کی وجہ سے وہ قادر کہلائے، اور نہ عظمت الگ سے کوئی ایسا وصف ہے جس کی وجہ سے اسے عظیم کہا جائے۔''

(شرح مختصر الطحاوي للجصاص: ٧/ ٣٨٨)

(۴) اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ ہے کہ کائنات کی ہر چیز، مثلاً مومن کا ایمان لانا، کافر کا کفر کرنا، بندوں کے اچھے برے اعمال، نفع ونقصان سب اللہ تعالیٰ کی مشیت اور ارادہ سے وقوع پذیر ہوتے ہیں۔ امام ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی رحمہ اللہ (م: ۳۲۱ھ) لکھتے ہیں:

"ولا يكون إلا ما يريد."

''کائنات میں وہی کچھ ہوتا ہے جس کا اللہ تعالیٰ ارادہ فرماتے ہیں۔''

اس کی تشریح کرتے ہوئے ابوالحسن علی بن علی المعروف ابن ابی العز رحمہ اللہ (م: ۷۹۲ھ) لکھتے ہیں:

"أما أهل السنة فيقولون: إن الله وإن كان يريد المعاصي قدراً فهو لا يحبها ولا يرضاها ولا يأمر بها، بل يبغضها ويكرهها وينهى عنها، هذا قول السلف قاطبة، فيقولون: ما شاء الله كان، وما لم يشأ لم يكن."

''رہے اہل سنت تو وہ کہتے ہیں کہ بے شک باری تعالیٰ اگرچہ تقدیر کے اعتبار سے گناہوں کا ارادہ کرتا ہے لیکن وہ ان سے نہ تو محبت کرتا ہے اور نہ انھیں پسند کرتا ہے اور نہ ان کا حکم کرتا ہے، بلکہ وہ انھیں مبغوض جانتا ہے، انھیں ناپسند کرتا ہے اور ان سے منع کرتا ہے، یہ تمام سلف کا قول ہے، چنانچہ وہ کہتے ہیں: جو اللہ تعالیٰ نے چاہا وہی ہوا اور جو نہ چاہا وہ نہ ہوسکا۔'' (شرح العقيدة الطحاوية، ص: ١١٣، ١١٤)

اور معتزلہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمام لوگوں سے ایمان کا ارادہ کیا، مومن اس کے ارادے کے مطابق ایمان لے آیا، کافر ایمان نہ لایا، اس نے کفر کا ارادہ کیا۔ معتزلہ کو یہ شبہ لگا کہ اللہ تعالیٰ کو مرید کفر کیسے ٹھہرایا جائے، اور اس شبہ کی وجہ ان کا خلق اور کسب میں فرق نہ کرنا تھا۔

ابوبکر الجصاص الحنفی نے اس مسئلہ میں معتزلہ کی موافقت کی ہے، چنانچہ لکھتے ہیں:

"ولو شاء الله ما اشركوا، معناه: لو شاء الله أن يكونوا على ضد الشرك من الإيمان قسراً ما أشركوا، لأن المشيئة إنما

تتعلق بالفعل أن يكون لا بأن لا يكون ، فمتعلق المشيئة محذوف ، وإنما المراد بهذه المشيئة الحال التي تنا فی الشرك قسرا بالاقتطاع عن الشرك عجزا ومنعاً وإلجاء ، فهذه الحال لا يشاؤها اللّٰه تعالىٰ لأن المنع من المعصية بهذه الوجوه منع من الطاعة وإبطال للثواب والعقاب في الآخرة ."

''اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو وہ شریک نہ بناتے (الانعام:۱۰۷) اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا کہ انھیں زبردستی شرک کی ضد یعنی ایمان پر رکھے تو وہ شرک نہ کرتے ، کیونکہ مشیت کا تعلق فعل کے ساتھ یہ ہوتا ہے کہ وہ فعل وجود میں آ جائے نہ یہ کہ وہ فعل وجود میں نہ آئے ، یہاں مشیت کا متعلق محذوف ہے اور اس مشیت سے مراد صرف وہ حالت ہے جو زبردستی کی بنا پر شرک کے منافی ہوتی ہے، جس میں ایک شخص بے بسی، درماندگی اور لاچاری کی بنا پر شرک سے کنارہ کشی اختیار کرتا ہے، اللہ تعالیٰ ایسی حالت پیدا کرنا نہیں چاہتا کیونکہ مذکورہ بالا طریقوں سے معصیت کے ارتکاب سے کسی کو روک دینا دراصل طاعت سے روک دینے اور آخرت میں ثواب وعقاب کے مفہوم کو باطل کر دینے کے مترادف ہے۔''(الأحکام القرآن : ۳/ ۹ ، مزید دیکھیں: أحکام القرآن : ۳/ ٥٤ ، ٥٥ ، سورۂ اعراف: ١٤٦)

فائدہ:......بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارہ میں ابوبکر الجصاص کا نظریہ نامناسب اور ناپسندیدہ تھا۔ (دیکھیں: أحکام القرآن : ۳/ ٣٦٢)

معتزلی عقائد سے متاثر ہونے کی وجہ:

معتزلی عقائد سے متاثر ہونے کی وجہ کیا ہے؟ بالیقین اس بارہ میں کچھ کہنا مشکل ہے،

خیال یہی ہے کہ اس تاثر اور میلان کی وجہ ان کے معتزلی اساتذہ ہیں، جو کہ درج ذیل ہیں:

☆ علی بن محمد التنوخی الانطاکی الحنفی (م: ۳۴۲ھ) یہ ابوبکر الجصاص کے استاذ ہیں، ان کے بارہ میں امام محمد بن احمد الذہبی (م: ۷۴۸ھ) لکھتے ہیں: "وکان معتزلیاً" (سیر اعلام النبلاء: ۱۲/ ۱۳۵)

بلکہ ابوبکر الجصاص کے خاص ترین استاذ شیخ الحنفیہ ابوالحسن عبیداللہ بن الحسین الکرخی (م: ۳۴۰ھ) کے بارہ میں امام محمد بن احمد الذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"وكان رأساً في الاعتزال، الله يسامحه"

''وہ بڑا معتزلی تھا، اللہ تعالیٰ اسے معاف کرے۔'' (سير أعلام النبلاء: ۱۲/ ۸۹)

ان حنفی حضرات کا معتزلی ہونا چنداں تعجب کی بات نہیں ہے، جناب محمد عبدالحیٔ حنفی (م: ۱۳۰۴ھ) لکھتے ہیں:

"وبالجملة فالحنفية لها فروع باعتبار اختلاف العقيدة فمنهم الشيعة ومنهم المعتزلة ومنهم المرجئة."

''خلاصہ یہ ہے کہ اختلافِ عقیدہ کے اعتبار سے حنفیہ کی کئی شاخیں ہیں، ان میں سے بعض شیعہ ہیں، اور بعض معتزلہ ہیں اور بعض مرجئہ ہیں۔'' (الرفع والتكميل في الجرح والتعديل، ص: ۳۸٦)

بلکہ ڈاکٹر سراج الاسلام حنیف صاحب نے عبد القادر بن محمد القرشی الحنفی (م: ۷۷۵ھ) کی کتاب "الجواهر المضية في طبقات الحنفية" کے حوالہ سے کئی ایسے حنفی علماء کا تذکرہ کیا ہے، جو حنفی ہونے کے باوجود معتزلی تھے۔ (دیکھیں: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر اعتراضات کا علمی جائزہ، ص: ۱۸۲، ۱۸۳)

بریلوی مکتب فکر کے عالم جلال الدین احمد امجدی صاحب لکھتے ہیں:

''آخر یہ تو قطعاً معلوم ہے اور سب جانتے ہیں کہ حنفیہ میں بعض معتزلی تھے، جیسے: زمخشری صاحب کشاف وعبدالجبار......'' (فتاویٰ فیض الرسول : ۱/ ۱۵۵)

فائدہ:...... ابوبکر الجصاص الحنفی زہد و ورع میں مشہور تھے، اپنی کتب میں اپنی متصل سندوں سے احادیث درج کرتے ہیں، لیکن ان کے بارہ میں دو باتیں مدنظر رہیں:

۱: ائمہ جرح و تعدیل میں سے کسی ناقد امام سے ابوبکر الجصاص الحنفی کی توثیق ہمیں نہیں ملی۔ واللہ اعلم

۲: ابوبکر الجصاص الحنفی احادیث کو قبول کرنے اور قبول نہ کرنے میں رواۃِ حدیث پر جرح و تعدیل کے قائل نہیں تھے اور نہ اس طریقہ کار کو معتبر سمجھتے تھے، چنانچہ ایک مقام پر رواۃ پر جرح کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"وهذا الذي ذكرناه طريقة أصحاب الحديث والفقهاء لا يعتبرون ذلك في قبول الأخبار وردها وإنما ذكرنا ذلك ليعرف به مذهب القوم فيه دون اعتباره والعمل عليه."

''یہ جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے، یہ محدثین کا طریقہ کار ہے، فقہاء روایات کے قبول و رد میں اس طریقہ کار کا اعتبار نہیں کرتے، بلاشبہ ہم نے اس جرح کا تذکرہ کیا ہے تاکہ اس بارہ میں محدثین کا طریقہ کار سامنے آجائے، یہ مقصد نہیں ہے کہ اس طریقہ کار کا اعتبار کیا جائے گا اور اس پر عمل کیا جائے گا۔''

(أحكام القرآن : ۳/ ۷۰)

یاجوج وماجوج

محمد ارشد کمال

یاجوج و ماجوج دوقومیں ہیں۔ امام اہل السنہ محمد بن جریر الطبری (م ۳۱۰ھ) فرماتے ہیں:"وهما أمتان من الأمم ردمهما" اور وہ امتوں میں سے دوامتیں ہیں، جنھیں بند کیا ہوا ہے۔ (جامع البیان : ۸/ ۱۰۶)

یاجوج و ماجوج کی اصل یہ ہے کہ یہ انسان ہیں اور آدم وحواء کی ذریت سے تعلق رکھتے ہیں۔ سیّدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((يَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: يَا آدَمُ! فَيَقُوْلُ: لَبَّيْكَ رَبَّنَا وَسَعْدَيْكَ . فَيُنَادٰي بِصَوْتٍ: إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكَ أَنْ تُخْرِجَ مِنْ ذُرِّيَّتِكَ بَعْثًا إِلَي النَّارِ . قَالَ: يَا رَبِّ! وَمَا بَعْثُ النَّارِ؟ قَالَ: مِنْ كُلِّ أَلْفٍ۔ أُرَاهُ قَالَ۔ تِسْعَمِائَةٍ وَّتِسْعَةً وَتِسْعِيْنَ ، فَحِيْنَئِذٍ تَضَعُ الْحَامِلُ حَمْلَهَا وَيَشِيْبُ الْوَلِيْدُ ﴿وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ﴾ فَشَقَّ ذٰلِكَ عَلَى النَّاسِ حَتّٰى تَغَيَّرَتْ وُجُوْهُهُمْ ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((مِنْ يَّأْجُوْجَ وَمَأْجُوْجَ تِسْعَمِائَةٍ وَّتِسْعَةً وَّتِسْعِيْنَ وَمِنْكُمْ وَاحِدٌ۔ ثُمَّ أَنْتُمْ فِى النَّاسِ كَالشَّعْرَةِ السَّوْدَاءِ فِى جَنْبِ الثَّوْرِ الْأَبْيَضِ أَوْ كَالشَّعْرَةِ الْبَيْضَاءِ فِى جَنْبِ الثَّوْرِ الْأَسْوَدِ ، فَإِنِّى لَأَرْجُوا أَنْ تَكُوْنُوْا رُبُعَ أَهْلِ الْجَنَّةِ)) فَكَبَّرْنَا ، ثُمَّ قَالَ: ((ثُلُثَ أَهْلِ الْجَنَّةِ)) فَكَبَّرْنَا ، ثُمَّ قَالَ: ((شَطْرَ أَهْلِ الْجَنَّةِ)) فَكَبَّرْنَا .

''اللہ تعالیٰ قیامت کے دن آدم علیہ السلام سے فرمائے گا: اے آدم! وہ جواب دیں

گے: جی پروردگار! میں حاضر ہوں جو ارشاد ہو۔ پھر انھیں ایک آواز آئے گی: اللہ تعالیٰ تمھیں حکم دیتا ہے کہ اپنی اولاد میں سے دوزخ میں جانے والوں کا گروہ نکالو۔ وہ عرض کریں گے: پروردگار! دوزخ کے لیے کتنا حصہ نکالوں؟ حکم ہوگا: ہر ہزار میں سے نو سو ننانوے۔ یہ ایسا سخت وقت ہوگا کہ حمل والی اپنا حمل گرادے گی اور بچہ (مارے فکر کے) بوڑھا ہوجائے گا'' اور تو لوگوں کو نشے میں دیکھے گا، حالانکہ وہ نشے میں نہیں ہوں گے لیکن اللہ کا عذاب ہی شدید ہوگا۔'' یہ حدیث لوگوں پر بہت گراں گزری۔ ان کے چہرے بدل گئے تو نبی ﷺ نے فرمایا: ''یاجوج ماجوج میں سے نو سو ننانوے اور تم میں سے ایک جہنم کے لیے لیا جائے گا، تم لوگوں کی نسبت ایسے ہو جیسے سفید بیل کے پہلو میں ایک سیاہ بال ہو یا جیسے کالے بیل کے پہلو میں ایک سفید بال اور میں امید کرتا ہوں کہ تم لوگ اہل جنت کا چوتھا حصہ ہو گے'' یہ سن کر ہم نے اللہ اکبر کہا پھر آپ نے فرمایا: ''تم جنت کا تیسرا حصہ ہو گے۔'' ہم نے پھر اللہ اکبر پکارا۔ پھر آپ نے فرمایا: ''تم اہل جنت کا آدھا حصہ ہو گے۔'' تو ہم نے پھر اللہ اکبر کہا۔

(صحیح البخاری، ح: ٤٧٤١)

امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "هم من ذرية آدم بلا خلاف نعلمه ثم الدليل على ذلك ما ثبت في الصحيحين من طريق الأعمش عن أبي صالح عن أبي سعيد......" وہ (یاجوج و ماجوج) آدم کی ذریت میں سے ہیں ہماری معلومات تک اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ پھر اعمش عن ابی صالح عن ابی سعید کی سند سے مروی ثابت شدہ حدیث جو صحیحین میں ہے وہ بھی اس پر دلیل ہے۔ (البداية والنهاية: ٢/ ٣١٦)

اہل علم کے بقول یاجوج و ماجوج یافث بن نوح کی اولاد میں سے ہیں۔ امام بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "وهم من ولد يافث بن نوح" ''اور وہ یافث بن نوح کی اولاد میں سے ہیں۔'' (معالم التنزيل: ٣/ ٦٠)

قاضی ابوالحسن علی بن محمد الماوردی فرماتے ہیں:"وھما من ولد یافث بن نوح واسمھما مأخوذ من أجت النار إذا تأججت" ''اور وہ دونوں یافث بن نوح کی اولاد میں سے ہیں اوران کا نام اجت النار (آگ کا شعلہ زن ہونا) سے ماخوذ ہے۔

(النکت والعیون: ۳/ ۳۴۱)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:"یاجوج وماجوج قبیلتان من ولد یافث بن نوح" ''یاجوج وماجوج یافث بن نوح کی اولاد سے دو قبیلے ہیں۔''

(فتح الباری: ٦/ ٤٦٦)

❁ لفظ یاجوج وماجوج:

بعض اہل لغت کہتے ہیں کہ یہ دونوں لفظ عربی ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ عجمی ہیں۔عربی کہنے والوں میں سے اکثر ان کو مہموز الفاء قرار دیتے ہیں چنانچہ محاورات ذیل ان کی تائید کرتے ہیں:

(۱)أَجَّجَتِ النَّارُ أَجِيْجًا (۲)وَتَأَجَّجَتِ النَّارُ (۳)إِئْتَجَّتِ النَّارُ اِئْتِجاجًا ان سب کے معنی ہیں: آگ نے شعلہ نکالا اور وہ بھڑک اٹھی۔نیز (۴)اَجَّجْتُ النَّارَ (میں نے آگ روشن کی) اور (۵)تَأَجَّجَ النَّهَارُ (٦)تَأَجَّ النَّهَارُ یعنی دن خوب گرم ہوا (۷)أَجَّجَ (اس نے دشمن پر حملہ کیا) (۸) منتہی الارب میں خاص "یَأْجُوْجُ لفظ کا معنی لکھا ہے:''کسیکہ آتش برفروزد وفساد انگیزد'' یعنی جو آگ بھڑکائے اور فساد مچائے۔اور مفردات راغب میں زیر مادہ "أَجَّ" لکھا ہے۔وَيَأْجُوْجُ وَمَأْجُوْجُ مِنْهُ شُبِّهُوْا بِالنَّارِ الْمُضْطَرِمَةِ وَالْمِيَاهِ الْمُتَمَوِّجَةِ لِكَثْرَةِ اِضْطِرَابِهِمْ یعنی یاجوج وماجوج کو بوجہ ان کے زیادہ جوش خروش کے جلتی ہوئی آگ اور ٹھاٹھیں مارتے ہوئے پانی سے تشبیہ دی گئی ہے۔

قرآن مجید میں ان قوموں کا دو جگہ ذکر آیا ہے ایک سورہ الکہف میں اور دوسرا سورہ الانبیاء میں، ہر جگہ ان کے وحشی پن کا اظہار ہے۔اس لیے صاحبِ مفردات کی وجہ تسمیہ درست معلوم ہوتی ہے اور محاورات مذکورہ بالا بھی اس کی تائید کرتے ہیں لیکن بعض آئمہ لغت

ان کے ہر دو الفوں کو زائد قرار دے کر ان کا اصل یَجَج اور مَجَج بتاتے ہیں۔ (دیکھیے تفسیر سورت کہف از مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی، ص: ۹۲، ۹۳)

قیامت کی نشانی:

یاجوج و ماجوج کا نکلنا قیامت کی بڑی نشانیوں میں سے ہے، ان کے نکلنے کے بعد بہت جلد قیامت قائم ہوجائے گی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿حَتّٰٓى اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَ مَاْجُوْجُ وَ هُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ ۝ وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ فَاِذَا هِيَ شَاخِصَةٌ اَبْصَارُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ يٰوَيْلَنَا قَدْ كُنَّا فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا بَلْ كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ۝﴾ (الأنبياء : ۹٦ ، ۹۷)

''یہاں تک کہ جب یاجوج و ماجوج کھول دیے جائیں گے اور وہ ہر اونچی جگہ سے دوڑتے ہوئے آئیں گے اور سچا وعدہ بالکل قریب آ جائے گا پھر اچانک یہ ہوگا کہ جنھوں نے کفر کیا ان کی آنکھیں کھلی رہ جائیں گے۔ ہائے ہماری بربادی! بے شک ہم اس سے غفلت میں تھے بلکہ ہم ظالم تھے۔''

سیّدنا حذیفہ بن اسید الغفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک دفعہ ہم آپس میں قیامت کے بارے میں باتیں کر رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا: ((مَا تَذَاكَرُوْنَ)) ''تم آپس میں کیا باتیں کر رہے ہو؟'' لوگوں نے کہا: ہم قیامت کا ذکر کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ((اِنَّهَا لَنْ تَقُوْمَ حَتّٰى تَرَوْنَ قَبْلَهَا عَشْرَ آيَاتٍ)) ''قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک تم اس سے پہلے دس نشانیاں نہ دیکھ لو۔'' پھر آپ نے دخان (دھوئیں)، دجال، دابۃ الارض، سورج کے مغرب سے طلوع ہونے، نزولِ عیسیٰ علیہ السلام، یاجوج و ماجوج اور تین خسوف کا ذکر فرمایا۔ ایک خسف مشرق میں، ایک خسف مغرب میں اور ایک خسف جزیرہ عرب میں ہوگا اور ان کے آخر میں یمن سے ایک آگ نکلے گی جو لوگوں کو ان کے حشر کی جگہ کی طرف ہانکے گی۔'' (صحیح مسلم ، ح : ۲۹۰۱)

یاجوج و ماجوج کا خروج اور تباہ کاریاں:

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ((فَتَحَ اللّٰهُ مِنْ رَدْمِ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ مِثْلَ هَذِهِ)) ''اللہ تعالیٰ نے یاجوج و ماجوج کی دیوار سے اتنا سوراخ کھول دیا ہے۔'' اور اپنے ہاتھ سے نوّے کی گرہ لگائی (نوّے کی گرہ کی صورت یہ ہے کہ انگوٹھے کے ساتھ والی انگلی کو انگوٹھے کی جڑ پر رکھیں اس طرح چھوٹا سا دائرہ بن جاتا ہے۔ اتنے سوراخ کی طرف آپ نے اشارہ فرمایا)۔ (صحيح البخاري، ح: ٣٣٤٧)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی ﷺ کے زمانے میں ردم یاجوج و ماجوج میں دراڑیں پڑ چکی تھیں جب قیامت بالکل قریب ہوگی تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ دیوار ختم ہوجائے گی اور یاجوج و ماجوج نکل آئیں گے۔

سیّدنا نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ایک صبح دجال کا ذکر کیا، آپ نے اس (کے ذکر کے دوران) میں کبھی آواز دھیمی کی، کبھی اونچی کی، یہاں تک کہ ہمیں ایسے لگا جیسے وہ کھجوروں کے جھنڈ میں موجود ہے۔ جب شام کو ہم آپ کے پاس (دوبارہ) آئے تو آپ نے ہم میں اس (شدید تاثر) کو بھانپ لیا۔ آپ نے ہم سے پوچھا: ((مَا شَأْنُكُمْ)) ''تم لوگوں کو کیا ہوا ہے؟'' ہم نے عرض کی: اللہ کے رسول! صبح کے وقت آپ نے دجال کا ذکر فرمایا تو آپ کی آواز میں (ایسا) اتار چڑھاؤ تھا کہ ہم نے سمجھا کہ وہ کھجوروں کے جھنڈ میں موجود ہے۔ اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ((غَيْرُ الدَّجَّالِ أَخْوَفُنِي عَلَيْكُمْ إِنْ يَخْرُجْ وَأَنَا فِيكُمْ، فَأَنَا حَجِيجُهُ دُونَكُمْ، وَإِنْ يَخْرُجْ، وَلَسْتُ فِيكُمْ، فَامْرُؤٌ حَجِيجُ نَفْسِهِ، وَاللّٰهُ! خَلِيفَتِي عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ، إِنَّهُ شَابٌّ قَطَطٌ، عَيْنُهُ طَافِئَةٌ، كَأَنِّي أُشَبِّهُهُ بِعَبْدِ الْعُزَّى بْنِ قَطَنٍ، فَمَنْ أَدْرَكَهُ مِنْكُمْ فَلْيَقْرَأْ عَلَيْهِ فَوَاتِحَ سُورَةِ الْكَهْفِ، إِنَّهُ خَارِجٌ خَلَّةً بَيْنَ الشَّامِ وَالْعِرَاقِ، فَعَاثٍ يَمِينًا وَعَاثٍ شِمَالًا، يَا عِبَادَ اللّٰهِ! فَاثْبُتُوا)) ''مجھے تم لوگوں پر دجال کے علاوہ دیگر چیزوں کا زیادہ خوف ہے۔ اگر وہ نکلتا ہے اور میں تمہارے درمیان

موجود ہوں تو تمہاری طرف سے اس کے خلاف (اس کی تکذیب کے لیے) دلائل دینے والا میں ہوں گا اور اگر وہ نکلا اور میں موجود نہ ہوا تو ہر آدمی اپنی طرف سے حجت قائم کرنے والا خود ہوگا اور اللہ ہر مسلمان پر میرا خلیفہ (خود نگہبان) ہوگا۔ وہ گچھے دار بالوں والا ایک جوان شخص ہے، اس کی ایک آنکھ بے نور ہے۔ میں ایک طرح سے اس کو عبد العزیٰ بن قطن سے تشبیہ دیتا ہوں۔ تم میں سے جو اسے پائے تو اس کے سامنے سورۂ کہف کی ابتدائی آیات پڑھے، وہ عراق اور شام کے درمیان ایک رستے سے نکل کر آئے گا۔ وہ دائیں طرف بھی تباہی مچانے والا ہوگا اور بائیں طرف بھی۔ اے اللہ کے بندو! تم ثابت قدم رہنا۔'' ہم نے عرض کی: اللہ کے رسول! زمین میں اس کے رہنے کی مدت کیا ہوگی؟ آپ نے فرمایا: ((اَرْبَعُوْنَ يَوْمًا، يَوْمٌ كَسَنَةٍ، وَيَوْمٌ كَشَهْرٍ، وَيَوْمٌ كَجُمُعَةٍ وَسَآئِرُ اَيَّامِهٖ كَاَيَّامِكُمْ)) ''چالیس دن، (ان میں سے) ایک دن ایک سال کی مانند ہوگا، ایک دن ایک مہینے کی مانند ہوگا اور ایک دن ایک ہفتہ کی مانند ہوگا اور باقی سارے دن تمہارے دنوں کی مانند ہوں گے۔'' ہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! وہ دن جو ایک سال کی مانند ہوگا، کیا اس میں ہمارے لیے ایک دن کی نماز کافی ہوگی؟ آپ نے فرمایا: ((لَا، اقْدُرُوا لَهُ قَدْرَهُ)) ''نہیں، تم اس کی مقدار کا تعین کر لینا۔'' ہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! زمین میں اس کی سرعتِ رفتار کیا ہوگی؟ آپ نے فرمایا: ((كَالْغَيْثِ اسْتَدْبَرَتْهُ الرِّيحُ، فَيَأْتِي عَلَى الْقَوْمِ فَيَدْعُوْهُمْ، فَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَجِيبُوْنَ لَهُ، فَيَأْمُرُ السَّمَآءَ فَتُمْطِرُ، وَالْأَرْضَ فَتُنْبِتُ، فَتَرُوْحُ عَلَيْهِمْ سَارِحَتُهُمْ، أَطْوَلَ مَا كَانَتْ ذُرًى، وَأَسْبَغَهُ ضُرُوْعًا، وَأَمَدَّهُ خَوَاصِرَ، ثُمَّ يَأْتِي الْقَوْمَ، فَيَدْعُوْهُمْ فَيَرُدُّوْنَ عَلَيْهِ قَوْلَهُ، فَيَنْصَرِفُ عَنْهُمْ، فَيُصْبِحُوْنَ مُمْحِلِينَ، لَيْسَ بِأَيْدِيهِمْ شَيْءٌ مِّنْ أَمْوَالِهِمْ، وَيَمُرُّ بِالْخَرِبَةِ فَيَقُوْلُ لَهَا: أَخْرِجِي كُنُوزَكِ، فَتَتْبَعُهُ كُنُوْزُهَا كَيَعَاسِيبِ النَّحْلِ، ثُمَّ يَدْعُو رَجُلًا مُّمْتَلِئًا شَبَابًا، فَيَضْرِبُهُ بِالسَّيْفِ فَيَقْطَعُهُ جَزْلَتَيْنِ رَمْيَةَ الْغَرَضِ، ثُمَّ يَدْعُوْهُ فَيُقْبِلُ وَيَتَهَلَّلُ وَجْهُهُ

يَـضْـحَـكُ، فَبَيْـنَـمَـا هُـوَ كَـذٰلِكَ إِذْ بَـعَـثَ اللّٰهُ الْمَسِيْح ابْنَ مَرْيَمَ ـعَلَيْهِ السَّلَامُـ فَيَـنْـزِلُ عِـنْـدَ الْـمَنَارَةِ الْبَيْضَاءِ شَرْقِيَّ دِمَشْقَ، بَيْنَ مَهْرُودَتَيْنِ، وَاضِعًا كَفَّيْهِ عَلَى أَجْنِحَةِ مَلَكَيْنِ، إِذَا طَأْطَأَ رَأْسَهٗ قَطَرَ، وَإِذَا رَفَعَهٗ تَحَدَّرَ مِنْـهُ جُـمَانٌ كَاللُّؤْلُؤِ، فَلَا يَحِلُّ لِكَافِرٍ يَجِدُ رِيحَ نَفَسِهٖ إِلَّا مَاتَ، وَنَفَسُهٗ يَنْتَهِي حَيْثُ يَنْتَهِى طَرْفُهُ، فَيَطْلُبُهُ حَتّٰى يُدْرِكَهُ بِبَابِ لُدٍّ، فَيَقْتُلُهُ، ثُمَّ يَأْتِي عِيسَـى ابْـنَ مَـرْيَـمَ قَـوْمٌ قَـدْ عَـصَمَهُمُ اللّٰهُ مِنْهُ، فَيَمْسَحُ عَنْ وُجُوهِهِمْ وَيُـحَـدِّثُهُـمْ بِـدَرَجَاتِهِمْ فِيْ الْجَنَّةِ، فَبَيْنَمَا هُوَ كَذٰلِكَ إِذْ أَوْحَى اللّٰهُ إِلَى عِيسٰـى ـعَـلَيْـهِ السَّلَامُـ: إِنِّـي قَـدْ أَخْـرَجْـتُ عِبَادًا لِّي، لَا يَدَانِ لِأَحَدٍ بِـقِتَـالِهِـمْ، فَـحَـرِّزْ عِبَادِي إِلَى الطُّورِ، وَيَبْعَثُ اللّٰهُ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ، وَهُـمْ مِـنْ كُـلِّ حَـدَبٍ يَـنْسِـلُـونَ، فَيَـمُـرُّ اَوَائِلُهُمْ عَلَى بُحَيْرَةِ طَبَرِيَّةَ، فَيَشْـرَبُـونَ مَـا فِيهَـا، وَيَمُرُّ آخِرُهُمْ فَيَقُوْلُوْنَ: لَقَدْ كَانَ بِهَذِهٖ، مَرَّةً مَّآءٌ، وَّيُـحْـصَـرُ نَبِيُّ اللّٰهِ عِيسٰى وَاَصْحَابُهُ، حَتّٰى يَكُونَ رَأْسُ الثَّوْرِ لِأَحَدِهِمْ خَيْـرًا مِّنْ مِّائَةِ دِيْنَارٍ لِأَحَدِكُمُ الْيَوْمَ، فَيَرْغَبُ نَبِيُّ اللّٰهِ عِيسٰى وَاَصْحَابُهُ، فَيُـرْسِـلُ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ النَّغَفَ فِىْ رِقَابِهِمْ، فَيُصْبِحُوْنَ فَرْسٰى كَمَوْتِ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ، ثُـمَّ يَهْبِـطُ نَبِـيُّ اللّٰهِ عِيسٰى وَأَصْحَابُهُ اِلَى الْاَرْضِ، فَلَا يَجِدُونَ فِـىْ الْاَرْضِ مَـوْضِـعَ شِبْـرٍ اِلَّا مَلَاَهٗ زَهَـمُهُـمْ وَنَتْنُهُمْ، فَيَرْغَبُ نَبِيُّ اللّٰهِ عِيسٰـى ـعَـلَيْـهِ السَّلَامُـ وَأَصْـحَـابُهُ اِلَى اللّٰهِ، فَيُرْسِلُ اللّٰهُ طَيْرًا كَأَعْنَاقِ الْبُـخْـتِ، فَتَـحْمِلُهُمْ فَتَطْرَحُهُمْ حَيْثُ شَآءَ اللّٰهُ، ثُمَّ يُرْسِلُ اللّٰهُ مَطَرًا لَا يَـكُـنُّ مِـنْهُ بَيْتُ مَدَرٍ وَلَا وَبَرٍ، فَيَغْسِلُ الْأَرْضَ حَتّٰى يَتْرُكَهَا كَالزَّلَفَةِ، ثُمَّ يُـقَالُ لِلْأَرْضِ: أَنْبِتِى ثَمَرَتَكِ، وَرُدِّي بَرَكَتَكِ، فَيَوْمَئِذٍ تَاْكُلُ الْعِصَابَةُ مِنْ الـرُّمَّـانَةِ، وَيَسْتَظِلُّونَ بِقِحْفِهَا، وَيُبَارَكُ فِىْ الرِّسْلِ، حَتّٰى إِنَّ اللِّقْحَةَ مِنْ الْـإِبِـلِ لَتَـكْـفِـىْ الْفِئَامَ مِنَ النَّاسِ، وَاللِّقْحَةَ مِنَ الْبَقَرِ لَتَكْفِىْ الْقَبِيلَةَ مِنَ

النَّـاسِ ، وَاللِّقْحَةَ مِنْ الْغَنَمِ لَتَكْفِيْ الْفَخِذَ مِنْ النَّاسِ ، فَبَيْنَمَا هُمْ كَذٰلِكَ إِذْ بَـعَـثَ الـلّٰـهُ رِيحًا طَيِّبَةً ، فَتَأْخُذُهُمْ تَحْتَ آبَاطِهِمْ ، فَتَقْبِضُ رُوحَ كُلِّ مُؤْمِنٍ وَكُلِّ مُسْلِمٍ ، وَيَبْقٰى شِرَارُ النَّاسِ ، يَتَهَارَجُونَ فِيهَا تَهَارُجَ الْحُمُرِ ، فَعَـلَيْهِـمْ تَقُومُ السَّاعَةُ)) ''بادل کی طرح جس کے پیچھے ہوا ہو، وہ ایک قوم کے پاس آئے گا، انھیں دعوت دے گا، وہ اس پر ایمان لائیں گے اور اس کی باتیں مانیں گے تو وہ آسمان کو حکم دے گا، وہ بارش برسائے گا اور وہ زمین کو حکم دے گا تو وہ فصلیں اگائے گی، شام کے اوقات میں ان کے جانور واپس آئیں گے تو ان کے کوہان سب سے زیادہ اونچے اور تھن انتہائی زیادہ بھرے ہوئے اور کوکھیں پھیلی ہوئی ہوں گی، پھر ایک قوم کے پاس آئے گا اور انھیں بھی دعوت دے گا، وہ اس کی بات ٹھکرا دیں گے وہ انھیں چھوڑ کر چلا جائے گا تو وہ قحط کا شکار ہو جائیں گے۔ ان کے مال مویشی میں سے کوئی چیز ان کے ہاتھ میں نہیں ہوگی۔ وہ (دجال) بنجر زمین میں سے گزرے گا تو اس سے کہے گا: اپنے خزانے نکال، تو اس کے خزانے اس طرح (نکل کر) اس کے پیچھے لگ جائیں گے جس طرح شہد کی مکھیوں کی رانیاں ہیں، پھر وہ ایک بھرپور جوان کو بلائے گا اور اسے تلوار مار کر (یکبارگی) دو حصوں میں تقسیم کر دے گا جیسے نشانہ بنایا جانے والا ہدف (یکدم ٹکڑے ہو گیا) ہو، پھر وہ اسے بلائے گا تو وہ (زندہ ہو کر) دمکتے ہوئے چہرے کے ساتھ ہنستا ہوا آئے گا۔ وہ (دجال) اسی عالم میں ہوگا جب اللہ تعالیٰ مسیح بن مریم علیہما السلام کو مبعوث فرما دے گا، وہ دمشق کے مشرقی حصے میں ایک سفید مینار کے قریب دو کیسری کپڑوں میں دو فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے اتریں گے، جب وہ اپنا سر جھکائیں گے تو قطرے گریں گے اور سر اٹھائیں گے تو اس سے چمکتے موتیوں کی طرح پانی کی بوندیں گریں گی۔ کسی کافر کے لیے، جو آپ کی سانس کی خوشبو پائے گا، مرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہوگا۔ ان کی سانس (کی خوشبو) وہاں تک پہنچے گی جہاں تک ان کی نظر جائے گی۔ آپ علیہ السلام اسے ڈھونڈیں گے تو اسے باب لُد پر پائیں گے اور اسے قتل کر دیں گے، پھر عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے پاس وہ لوگ آئیں گے جنھیں اللہ نے اس (دجال کے دام میں

آنے) سے محفوظ رکھا ہوگا تو وہ اپنے ہاتھ ان کے چہروں پر پھیریں گے اور انھیں جنت میں ان کے درجات کی خبریں دیں گے، وہ اسی عالم میں ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائے گا: میں نے اپنے (پیدا کیے ہوئے) بندوں کو باہر نکال دیا ہے، ان سے جنگ کرنے کی طاقت کسی میں نہیں، آپ میری بندگی کرنے والوں کو اکٹھا کر کے پہاڑ کی طرف لے جائیں اور اللہ یاجوج ماجوج کو بھیج دے گا، وہ ہر اونچی جگہ سے اڈتے ہوئے آئیں گے۔ ان کے پہلے لوگ (میٹھے پانی کی بہت بڑی جھیل) بحیرہ طبریہ سے گزریں گے اور اس میں جو ہوگا اسے پی جائیں گے، پھر آخری لوگ گزریں گے تو کہیں گے: ''کبھی اس میں بھی پانی ہوگا۔ اللہ کے نبی عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی محصور ہو کر رہ جائیں گے حتیٰ کہ ان میں سے کسی ایک کے لیے بیل کا سر اس سے بہتر (قیمتی) ہوگا جتنے آج تمہارے لیے سو دینار ہیں۔

اللہ کے نبی عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی گڑگڑا کر دعائیں کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان (یاجوج ماجوج) پر ان کی گردنوں میں کیڑوں کا عذاب نازل کردے گا تو وہ ایک انسان کے مرنے کی طرح (یکبارگی) موت کا شکار ہوجائیں گے، پھر اللہ کے نبی عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی اتر کر (میدانی) زمین پر آئیں گے تو انھیں زمین میں بالشت بھر بھی جگہ نہیں ملے گی جو ان کی گندگی اور بدبو سے بھری ہوئی نہ ہو۔ اس پر عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی اللہ کے سامنے گڑگڑائیں گے تو اللہ تعالیٰ بختی اونٹوں کی گردنوں کی طرح (کی گردنوں والے) پرندے بھیجے گا جو انھیں اٹھائیں گے اور جہاں اللہ چاہے گا، جا پھینکیں گے، پھر اللہ تعالیٰ ایسی بارش بھیجے گا جس سے کوئی گھر اینٹوں کا ہو یا اون کا (خیمہ) اوٹ مہیا نہیں کر سکے گا۔ وہ زمین کو دھو کر شیشے کی طرح (صاف) کر چھوڑے گی، پھر زمین سے کہا جائے گا: اپنے پھل اگاؤ اور اپنی برکت لوٹا لاؤ، تو اس وقت ایک انار کو پوری جماعت کھائے گی اور اس کے چھلکے سے سایہ حاصل کرے گی اور دودھ میں اتنی برکت ڈالی جائے گی کہ اونٹنی کا ایک دفعہ کا دودھ لوگوں کی ایک بڑی جماعت کو کافی ہوگا اور گائے کا ایک دفعہ کا دودھ لوگوں کے قبیلے کو کافی ہوگا اور بکری کا ایک دفعہ کا دودھ قبیلے کے ایک خاندان کو کافی ہوگا۔ وہ اسی عالم میں رہ رہے ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ ایک عمدہ ہوا

بھیجے گا، وہ لوگوں کو ان کی بغلوں کے نیچے سے پکڑے گی اور ہر مومن اور ہر مسلمان کی روح قبض کرے گی اور بدترین لوگ باقی رہ جائیں گے وہ گدھوں کی طرح (برسر عام) آپس میں اختلاط کریں گے تو انھی پر قیامت قائم ہوگی۔ (صحیح مسلم، ح : ۲۹۳۷)

سیّدنا ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((يُفْتَحُ يَأْجُوجُ وَمَأْجُوجُ فَيَخْرُجُونَ كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالَى: ﴿وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ﴾ (۲۱/ الانبیاء : ۹٦) فَيَعُمُّوْنَ الْأَرْضَ . وَيَنْحَازُ مِنْهُمُ الْمُسْلِمُوْنَ، حَتَّى تَصِيرَ بَقِيَّةُ الْمُسْلِمِيْنَ فِي مَدَائِنِهِمْ وَحُصُوْنِهِمْ . وَيَضُمُّوْنَ إِلَيْهِمْ مَوَاشِيَهُمْ، حَتَّى أَنَّهُمْ لَيَمُرُّوْنَ بِالنَّهَرِ فَيَشْرَبُوْنَهُ، حَتَّى مَا يَذَرُوْنَ فِيْهِ شَيْئًا، فَيَمُرُّ آخِرُهُمْ عَلَى أَثَرِهِمْ، فَيَقُوْلُ قَائِلُهُمْ: لَقَدْ كَانَ بِهَذَا الْمَكَانِ مَرَّةً مَاءٌ . وَيَظْهَرُونَ عَلَى الْأَرْضِ . فَيَقُوْلُ قَائِلُهُمْ: هَؤُلَاءِ أَهْلُ الْأَرْضِ، قَدْ فَرَغْنَا مِنْهُمْ . وَلَنُنَازِلَنَّ أَهْلَ السَّمَاءِ، حَتَّى إِنَّ أَحَدَهُمْ لَيَهُزُّ حَرْبَتَهُ إِلَى السَّمَاءِ، فَتَرْجِعُ مُخَضَّبَةً بِالدَّمِ . فَيَقُوْلُوْنَ: قَدْ قَتَلْنَا أَهْلَ السَّمَاءِ . فَبَيْنَمَا هُمْ كَذَلِكَ، إِذْ بَعَثَ اللّٰهُ دَوَابَّ كَنَغَفِ الْجَرَادِ . فَتَأْخُذُ بِأَعْنَاقِهِمْ فَيَمُوْتُوْنَ مَوْتَ الْجَرَادِ . يَرْكَبُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا . فَيُصْبِحُ الْمُسْلِمُوْنَ لَا يَسْمَعُونَ لَهُمْ حِسًّا . فَيَقُوْلُوْنَ: مَنْ رَجُلٌ يَشْرِيْ نَفْسَهُ، وَيَنْظُرُ مَا فَعَلُوْا؟ فَيَنْزِلُ مِنْهُمْ رَجُلٌ قَدْ وَطَّنَ نَفْسَهُ عَلَى أَنْ يَقْتُلُوهُ . فَيَجِدُهُمْ مَوْتَى . فَيُنَادِيهِمْ: أَلَا أَبْشِرُوا . فَقَدْ هَلَكَ عَدُوُّكُمْ . فَيَخْرُجُ النَّاسُ وَيَخْلُوْنَ سَبِيْلَ مَوَاشِيْهِمْ . فَمَا يَكُونُ لَهُمْ رَعْيٌ إِلَّا لُحُوْمُهُمْ . فَتَشْكَرُ عَلَيْهَا، كَأَحْسَنِ مَا شَكِرَتْ مِنْ نَبَاتٍ أَصَابَتْهُ قَطُّ .))

''یاجوج اور ماجوج کھول دیے جائیں گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ ﴾ ''اور وہ ہر بلندی سے بھاگتے آئیں گے'' وہ ساری زمین پر پھیل جائیں گے اور مسلمان ان سے اعراض کرتے ہوئے ایک طرف ہٹ جائیں گے (یعنی ان کی کثرت اور طاقت دیکھ کر مرعوب ہوجائیں گے اور ان کا مقابلہ نہیں کریں گے) حتیٰ کہ بچے کھچے مسلمان اپنے شہروں اور قلعوں میں محصور ہوکر رہ جائیں گے، وہ اپنے مویشیوں کو بھی اپنے ساتھ ہی لے جائیں گے، یاجوج ماجوج کسی نہر کے پاس سے گزرتے ہوئے اس کا سارا پانی پی جائیں گے اور کچھ بھی باقی نہیں چھوڑیں گے۔ ان کے لشکر کا آخری حصہ وہاں سے گزرے گا تو ان میں سے کوئی کہنے والا کہے گا: یہاں کبھی پانی ہوتا تھا۔ وہ اہل زمین پر غالب آجائیں گے تو ان میں سے کوئی کہنے والا کہے گا: ہم زمین والوں سے فارغ ہوچکے اب ہم اوپر آسمان والوں کا مقابلہ کریں گے، ان میں سے ایک آدمی اپنے نیزے کو آسمان کی طرف پھینکے گا تو وہ خون آلود ہوکر ان کی طرف واپس آئے گا تو وہ کہیں گے کہ ہم نے آسمان والوں کو قتل کردیا۔ اسی دوران میں اللہ تعالیٰ ٹڈی دل جیسے کیڑے بھیجے گا، وہ ان کی گردنوں پر حملہ آور ہوں گے، پھر وہ اس قدر تیزی اور کثرت سے مرکر ایک دوسرے کے اوپر گریں گے جیسے ٹڈی دل مرتا ہے۔ صبح کے وقت مسلمانوں کو ان کی طرف سے کوئی حس وحرکت محسوس نہ ہوگی تو وہ کہیں گے کہ کون ہے جو اپنی جان کو خطرے میں ڈال کر پتہ کرے کہ وہ کیا کر رہے ہیں؟ ان میں سے ایک آدمی اترے گا اور وہ (ذہنی طور پر) ان کے ہاتھوں قتل ہونے کو تیار ہوگا۔ وہ جاکر دیکھے گا کہ وہ تو سب کے سب مرے پڑے ہیں، وہ خوشی سے پکار کر مسلمانوں کو اطلاع دے گا کہ خوش ہوجاؤ! تمہارا دشمن ہلاک ہوچکا ہے۔ اس کے بعد مسلمان اپنے قلعوں سے باہر نکل آئیں گے اور جانوروں کو بھی آزاد چھوڑ دیں گے۔ یاجوج و ماجوج

کے گوشت کے سوا وہ کچھ نہیں چریں گے، وہ اسی کو کھا کھا کر یوں موٹے تازے ہوجائیں گے جیسے بہترین گھاس چارہ کھا کر جانور موٹے تازہ ہوتے ہیں۔"

(سنن ابن ماجه، ح: ٤٠٧٩، مسند أحمد: ٣/ ٧٧، المستدرك للحاكم: ٢/ ٢٤٥، صحيح ابن حبان، ح: ١١٤٤، وسنده حسن)

سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((لَمَّا كَانَ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، لَقِيَ إِبْرَاهِيْمَ وَمُوْسَى وَعِيسَى. فَتَذَاكَرُوْا السَّاعَةَ. فَبَدَأُوْا بِإِبْرَاهِيمَ. فَسَأَلُوْهُ عَنْهَا. فَلَمْ يَكُنْ عِنْدَهُ مِنْهَا عِلْمٌ. ثُمَّ سَأَلُوْا مُوْسَى. فَلَمْ يَكُنْ عِنْدَهُ مِنْهَا عِلْمٌ. فَرُدَّ الْحَدِيْثُ إِلَى عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ. فَقَالَ: قَدْ عُهِدَ إِلَيَّ فِيْمَا دُونَ وَجْبَتِهَا. فَأَمَّا وَجْبَتُهَا فَلَا يَعْلَمُهَا إِلَّا اللّٰهُ. فَذَكَرَ خُرُوجَ الدَّجَّالِ. قَالَ: فَأَنْزِلُ فَأَقْتُلُهُ. فَيَرْجِعُ النَّاسُ إِلَى بِلَادِهِمْ. فَيَسْتَقْبِلُهُمْ يَأْجُوجُ وَمَأْجُوجُ وَهُمْ مِنْ كُلِّ حَدَبٍ يَنْسِلُوْنَ. فَلَا يَمُرُّونَ بِمَاءٍ إِلَّا شَرِبُوْهُ. وَلَا بِشَيْءٍ إِلَّا أَفْسَدُوْهُ. فَيَجْأَرُوْنَ إِلَى اللّٰهِ. فَأَدْعُوْ اللّٰهَ أَنْ يُمِيتَهُمْ. فَتَنْتُنُ الْأَرْضُ مِنْ رِيْحِهِمْ. فَيَجْأَرُوْنَ إِلَى اللّٰهِ. فَأَدْعُوْ اللّٰهَ. فَيُرْسِلُ السَّمَاءَ بِالْمَاءِ. فَيَحْمِلُهُمْ فَيُلْقِيْهِمْ فِي الْبَحْرِ. ثُمَّ تُنْسَفُ الْجِبَالُ وَتُمَدُّ الْأَرْضُ مَدَّ الْأَدِيْمِ. فَعُهِدَ إِلَيَّ: مَتَى كَانَ ذَلِكَ، كَانَتْ السَّاعَةُ مِنْ النَّاسِ. كَالْحَامِلِ الَّتِي لَا يَدْرِيْ أَهْلُهَا مَتَى تَفْجَؤُهُمْ بِوِلَادَتِهَا.

قَالَ الْعَوَّامُ: وَوُجِدَ تَصْدِيْقُ ذَلِكَ فِي كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالَى ﴿حَتّٰٓى اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ﴾

"جس رات رسول اللہ ﷺ کو معراج ہوئی۔ آپ کی سیّدنا ابراہیم، سیّدنا موسیٰ

اور سیّدنا عیسیٰ علیہم السلام سے ملاقات ہوئی، وہ آپس میں قیامت کے متعلق گفتگو کرنے لگے، انھوں نے سب سے پہلے ابراہیم علیہ السلام سے اس کے بارے میں دریافت کیا، انھیں اس کے متعلق کچھ علم نہ تھا، پھر انھوں نے موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا، انھیں بھی اس کے بارے میں کچھ معلوم نہ تھا۔ اب بات کرنے کی نوبت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کی آئی تو انھوں نے فرمایا: مجھے قیامت کے قائم ہونے سے پہلے کے احوال تو بتائے گئے ہیں مگر اس کے قائم ہونے کے وقت سے آگاہ نہیں کیا گیا۔ پھر انھوں نے خروج دجال کا ذکر کیا اور فرمایا: میں زمین پر جا کر اسے قتل کروں گا۔ لوگ اپنے اپنے شہروں (آبادیوں) کی طرف واپس جا رہے ہوں گے تو اس دوران میں ان کا یاجوج و ماجوج سے سامنا ہوگا جو ہر بلندی کی طرف سے پستی کی طرف تیزی سے دوڑتے آ رہے ہوں گے، وہ پانی کے جس ذخیرے (چشمے، دریا وغیرہ) کے پاس سے گزریں گے اسے پی کر ختم کر دیں گے اور وہ جس چیز کے پاس سے گزریں گے اسے تباہ کر دیں گے۔ ان حالات میں لوگ اللہ تعالیٰ سے فریاد کریں گے۔ چنانچہ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کروں گا کہ وہ انھیں مار دے (میری دعا مقبول ہوگی اور اللہ تعالیٰ ان شریروں کو ہلاک کر دے گا) ان کی لاشوں کی سڑاند (بدبو) سے زمین بھر جائے گی، لوگ پھر اللہ تعالیٰ سے فریاد کریں گے (کہ اس مصیبت سے انھیں نجات دے) میں بھی اللہ تعالیٰ سے دعا کروں گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ آسمان سے بارش برسائے گا اور (اپنی قدرت سے) انھیں اٹھا کر سمندر میں پھینک دے گا۔ اس کے بعد پہاڑوں کو ریزہ ریزہ کر دیا جائے گا اور زمین کو اس طرح کھینچ دیا جائے گا جس طرح چمڑے کو کھینچا جاتا ہے۔ مجھے (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) بتایا گیا ہے کہ جب یہ سارے واقعات رونما ہو جائیں گے تو لوگوں کے لیے قیامت اتنی قریب ہوگی جیسے کوئی حاملہ عورت ہو اور اس کے گھر والوں کو علم نہ ہو کہ یہ اچانک کب بچے کو جنم دے دے گی۔‘‘

(حدیث کے راوی) عوام بن حوشب نے کہا: اس بات کی تائید قرآن مجید میں بھی ہے: ﴿حَتّٰۤی اِذَا فُتِحَتۡ یَاۡجُوۡجُ وَ مَاۡجُوۡجُ وَ ہُمۡ مِّنۡ کُلِّ حَدَبٍ یَّنۡسِلُوۡنَ﴾ حتیٰ کہ جب یاجوج و ماجوج کھولے جائیں گے تو وہ ہر بلندی سے دوڑتے آئیں گے۔'' (سنن ابن ماجه، ح: ٤٠٨١، مسند أحمد: ١/ ٣٧٥، المستدرك للحاكم: ٢/ ٣٨٤، وصححه وافقه الذهبي، وصححه شيخنا الإمام الحافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ)

سیّدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((لَيُحَجَّنَّ الْبَيْتُ وَلَيُعْتَمَرَنَّ بَعْدَ خُرُوْجِ يَأْجُوْجَ وَمَأْجُوْجَ.)) ''یاجوج ماجوج کے خروج کے بعد بھی خانہ کعبہ کا حج اور عمرہ ہوتا رہے گا۔'' (صحيح البخاري، ح: ١٥٩٣)

یاجوج و ماجوج کے متعلق بعض ضعیف روایات:

یاجوج و ماجوج کے متعلق بہت ساری ضعیف روایات بھی ہیں۔ ذیل میں وہ بیان کی جارہی ہیں:

❁: سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''یاجوج و ماجوج روزانہ (اس دیوار کو) کھودتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب انھیں سورج کی شعاع آر پار نظر آنے کے قریب ہوتی ہے تو ان کا سردار کہتا ہے: آؤ چلیں باقی کل کھود لیں گے۔ اللہ تعالیٰ اسے پہلے سے بھی زیادہ سخت اور مضبوط کر دیتا ہے حتیٰ کہ جب ان کا مقرر وقت آجائے گا اور اللہ تعالیٰ چاہے گا کہ اب انھیں عام لوگوں کی طرف جانے دے تو وہ کھودیں گے یہاں تک کہ جب انھیں سورج کی شعاع آر پار نظر آنے کے قریب ہوگی تو ان کا سردار کہے گا: آؤ چلیں، باقی دیوار کو کل کھودیں گے، ان شاء اللہ۔ وہ جب یہ کلمہ کہیں گے (تو اس کی برکت سے) وہ اگلے دن جب آئیں گے تو دیوار انھیں اسی حالت میں ملے گی جس کیفیت میں وہ اسے چھوڑ کر گئے ہوں گے، وہ اس کو کھود کر اہل زمین کی

طرف آنکلیں گے۔ پانی پی کرختم کردیں گے،مسلمان ان کے شر سے بچنے کی خاطر اپنے قلعوں میں محصور ہوجائیں گے، وہ آسمان کی طرف تیر برسائیں گے تو وہ خون آلود ہوکر واپس آئیں گے۔ وہ کہیں گے کہ ہم نے زمین والوں پر غلبہ پالیا تھا، اب ہم آسمان والوں پر بھی غالب آچکے ہیں، پھراللہ تعالیٰ ان کی گدیوں پر پھوڑے (یا کیڑے) پیدا کردے گا اور ان کے ذریعے ہی سے ان کو ہلاک کرے گا۔'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! زمین کے مویشی ان یاجوج ماجوج کے گوشت کھا کھا کرموٹے تازے ہوجائیں گے اوران پر چربی چڑھ جائے گی۔''(سنن الترمذي، ح: ۳۱۵۳، سنن ابن ماجه، ح: ٤٠٨٠) اس کی سند ضعیف ہے۔قتادہ مدلس کا عنعنہ ہے۔

❀: سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

''نوح علیہ السلام کے ہاں سام، حام اور یافث پیدا ہوئے۔سام کے ہاں عربی، فارسی اور رومی پیدا ہوئے اور ان سب میں خیر ہے۔ یافث کے ہاں یاجوج و ماجوج، ترک اور صقالبہ پیدا ہوئے اور یہ سب خیر سے خالی ہیں۔ حام کے ہاں قبطی، بربری اورسوڈانی پیدا ہوئے۔''(مسند البزار، ح: ۷۸۲۰)اس کی سند ضعیف ہے۔ یزید بن سنان الرہاوی کو جمہور نے ضعیف کہا ہے۔

❀: سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے مجھے معراج کی شب یاجوج ماجوج کی طرف بھیجا تاکہ میں انھیں اللہ کے دین اور عبادت کی طرف بلاؤں مگر انھوں نے انکار کردیا لہٰذا وہ بنی آدم کے دیگر نافرمانوں اور ابلیس کے ساتھ جہنم میں جائیں گے۔''(الفتن لأبي نعيم، ح: ١٦٥٣) اس کی سند سخت ضعیف ہے۔نوح بن ابی مریم متروک ہے۔

❀: سیّدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے یاجوج و ماجوج کے متعلق سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''ان (یعنی یاجوج ماجوج) میں سے ہر گروہ چار لاکھ کی تعداد میں ہے۔ ان میں سے کوئی فرد اس وقت تک نہیں مرتا جب تک کہ اپنے اور اپنی پشت میں سے ایک ہزار بچے (پیدا ہوکر) اسلحہ اٹھانے کے قابل ہوتے نہیں دیکھ لیتا (یعنی ہر ایک اتنی طویل عمر پاتا ہے)۔'' آپ نے فرمایا کہ ان کی تین قسمیں ہیں: ایک قسم 'ارز' ہے۔ میں نے کہا: ارز کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ 'ارز' صنوبر جیسے شامی درخت کی مانند ہے جس کی لمبائی ایک سو بیس (۱۲۰) ہاتھ آسمان کی طرف بلند ہے۔ یاجوج و ماجوج کی دوسری قسم لمبائی اور چوڑائی میں برابر ہے یعنی جو ایک سو بیس ہاتھ آسمان کی طرف ہو۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے سامنے پہاڑ اور لوہا بھی کھڑے نہیں رہ سکتے۔ تیسری قسم زمین پر بچھی ہوئی (یعنی پست قد) ہے ان کا ایک کان بستر اور دوسرا لباس کا کام دیتا ہے۔ وہ تھوڑے یا زیادہ (جتنے لوگوں کو دیکھیں گے) اور اونٹ اور خنزیر (وغیرہ) سب کو کھا جائیں گے اور خود ان (یاجوج ماجوج) میں سے جو مرتا ہے اسے بھی یہ کھا لیتے ہیں۔ ان کا (لشکر اتنا بڑا ہوگا کہ) اگلا حصہ ملک شام میں اور آخری حصہ خراسان میں ہوگا اور یہ مشرق کے تمام دریاؤں اور بحیرہ طبریہ کے پانی کو پی جائیں گے۔''

روایت دیگر طرق کے ساتھ قدرے مختلف الفاظ سے بھی مروی ہے مثلاً ''یاجوج ماجوج دو امتیں ہیں: ہر ایک امت مزید چار لاکھ امتوں پر مشتمل ہے اور ان کی (حتمی) تعداد صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں...... یہ ہاتھیوں، وحشی جانوروں، خنزیروں اور اپنے مردوں کو کھا جانے والے ہیں...... اللہ تعالیٰ انھیں مکہ، مدینہ اور بیت المقدس کی طرف نہیں آنے دیں گے۔''

(الموضوعات لابن الجوزی: ۱/ ۱٤۷) یہ حدیث موضوع ہے۔

امام ابن جوزی امام ابن عدی کے حوالے سے رقمطراز ہیں:

"هذا حديث منكر ومحمد بن إسحاق هو العكاشي قال يحيى بن معين: كذاب، وقال الدارقطني: يضع الحديث."

''یہ روایت منکر ہے اور محمد بن اسحاق عکاشی (ضعیف راوی ہے جس) کے بارے میں یحییٰ بن معین فرماتے ہیں کہ وہ کذاب راوی ہے اور دارقطنی فرماتے ہیں کہ یہ (عکاشی) روایات گھڑتا تھا۔'' (ایضاً)

❁: سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

''یاجوج ماجوج بنی آدم میں سے ہیں اور اگر انھیں چھوڑ دیا جائے تو یہ لوگوں کی معیشت تباہ و برباد کر دیں اور ان میں سے کوئی آدمی اس وقت تک نہیں مرتا جب تک کہ اپنی ایک ہزار یا اس سے زیادہ اولاد نہ چھوڑ جائے اور ان کے ساتھ تین اور قومیں بھی ہیں یعنی تاویل، تارس اور منسک (نامی)۔'' (مسند الطیالسی، ح : ۲۳۹٦) یہ حدیث ضعیف ہے، ابواسحاق مدلس ومختلط ہے۔

حافظ ابن کثیر اس روایت کے بارے میں فرماتے ہیں: "حديث غريب بل منكر ضعيف" ''یہ روایت غریب ہے بلکہ منکر اور ضعیف ہے۔'' (تفسير القرآن العظيم : ٤/ ٢٤٨)

نیز فرماتے ہیں: "وهو حديث غريب جدا وإسناده ضعيف وفيه نكارة شديدة." ''یہ حدیث سخت غریب ہے، اس کی سند ضعیف ہے اور اس روایت میں شدید نکارت پائی جاتی ہے۔'' (البداية والنهاية : ۲/ ۳۱۷)

❁: سیّدنا اوس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

''یاجوج و ماجوج کی عورتیں ہیں جن سے وہ حسب منشا جماع کرتے ہیں اور ان کے درخت ہیں جن کی حسب ضرورت وہ بیر (پیوندکاری) کرتے ہیں اور ان میں سے کوئی آدمی اس وقت تک نہیں مرتا جب تک کہ وہ اپنے پیچھے ایک ہزار یا اس سے بھی کچھ زیادہ اولاد نہ چھوڑ دے۔'' (السنن الكبرى للنسائى، ح : ۱۱۲۷۱) اس کی سند ضعیف ہے۔ ابن عمرو بن اوس مجہول ہے۔ (دیکھیے الضعيفة، ح : ۳۲۰۹)

یاجوج و ماجوج کے متعلق چند اہم باتیں:

(۱) یاجوج و ماجوج کہاں ہیں؟ یاجوج و ماجوج اس وقت زمین کے کس خطہ میں ہیں؟ اس چیز کا علم اللہ تعالیٰ ہی کے پاس اس نے اپنی حکمت کے تحت انھیں ہماری نظروں سے اوجھل رکھا ہے۔قرب قیامت جب اس کا حکم آجائے گا تو ذوالقرنین کی دیوار ٹوٹ جائے گی اور وہ ظاہر ہوجائیں گے،اس وقت لوگ دیکھ لیں گے کہ یہ یاجوج و ماجوج ہیں مگر اس سے پہلے کسی کے لیے ممکن نہیں کہ وہ ان تک رسائی پاسکے اور انھیں دیکھ سکے۔

علامہ محمد امین شنقیطی رقمطراز ہیں:

"فقولكم: لو كانوا موجودين وراء السد إلى الآن لا طلع عليهم الناس غير صحيح ، لإمكان أن يكونوا موجودين والله يخفي مكانهم على عامة الناس حتى ياتى الوقت المحدود لإخراجهم على الناس ، ومما يؤيد إمكان هذا ما ذكره الله تعالٰى فى سورة المائدة من انه جعل بنى إسرائيل يتيهون فى الأرض أربعين سنة ، وذلك فى قوله تعالٰى: ﴿قَالَ فَإِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ أَرْبَعِينَ سَنَةً ۛ يَتِيهُونَ فِي الْأَرْضِ﴾ الاية (٥/ ٢٦) وهم في فراسخ قليلة من الأرض يمشون ليلهم ونهارهم ولم يطلع عليهم الناس حتى انتهى أمر التيه ، لأنهم لو اجتمعوا بالناس لبينوا لهم الطريق وعلى كل حال فربك فعال لما يريد ."

''اور تمھارا یہ کہنا کہ اگر وہ (یاجوج و ماجوج) اب تک دیوار کے پیچھے موجود ہوتے تو لوگ ضرور ان پر مطلع ہوجاتے، درست نہیں۔ کیونکہ ممکن ہے کہ وہ موجود ہوں لیکن اللہ تعالیٰ نے عامۃ الناس سے ان کی جگہ کو اس وقت تک مخفی رکھا ہو جب تک کہ ان لوگوں پر خروج کا متعین وقت پورا نہیں ہوجاتا اور اس امکان

کی تائید سورہ مائدہ میں مذکور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے بھی ہوتی ہے جس میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے لیے چالیس سال مقرر کر دیے تھے کہ وہ (ایک) زمین میں سرگرداں رہیں گے اور وہ فرمان یہ ہے: ''فرمایا: بے شک وہ چالیس سال تک کے لیے ان پر حرام کر دی گئی ہے۔ وہ زمین میں سرگرداں پھرتے رہیں گے۔'' حالانکہ وہ اس زمین (میدان تیہ) میں تھے جو چند فرسخ سے بھی زیادہ نہ تھی۔ وہ دن رات اسی میں چلتے رہتے تھے اور لوگ ان پر مطلع نہ ہو سکے یہاں تک کہ میدان تیہ میں رہنے کی مدت اپنے اختتام کو پہنچی، کیونکہ اگر وہ لوگوں کے ساتھ مجتمع ہو جاتے تو یقیناً ان کے لیے راستہ واضح ہو جاتا، بہر حال آپ کا رب جو چاہتا ہے وہی کرتا ہے۔'' (اضواء البیان: ۳/ ۳٤٥)

استاذ العلماء حافظ عبد السلام بھٹوی حفظہ اللہ رقمطراز ہیں: اس حقیقت پر بعض کم فہم لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ یورپی اقوام نے زمین کا ہر کونا چھان مارا ہے مگر انھیں نہ کہیں یاجوج و ماجوج نظر آتے ہیں نہ پہاڑوں جیسی بلند لوہے اور تانبے کی کوئی دیوار نظر آتی ہے۔ جواب اس کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جسے مخفی رکھنا چاہے کوئی اسے نہیں دیکھ سکتا۔ بنی اسرائیل میدان تیہ میں چالیس سال تک چند میل کے دائرے میں گھومتے رہے، نہ وہ اس دائرے سے نکل سکے اور نہ کسی اور کو ان کا پتا چل سکا۔ ورنہ وہ انھیں نکلنے کا راستہ بتا کر وہاں سے نکال لیتا۔ ایمان ہو تو اس دیوار، یاجوج و ماجوج، نزول مسیح، دجال، دابۃ الارض سب پر یقین آ جاتا ہے اور اگر ایمان نہ ہو تو انسان ''ایک جمع ایک، جمع ایک، برابر تین'' کے بجائے ''برابر ایک'' جیسی صریح خلاف عقل بات پر اڑ جاتا ہے مگر اللہ تعالیٰ کے رازوں تک اپنی نارسائی کو تسلیم نہیں کرتا۔

(تفسیر القرآن الکریم: ۲/ ٥٦٩، ٥٧٠)

امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی: میں نے ایک دیوار دیکھی ہے جو منقش چادر کی طرح ہے، تو آپ نے فرمایا: ''یقیناً تو نے اس (سد ذی القرنین) کو دیکھ لیا ہے۔'' (صحیح البخاری، قبل ح: ۳۳٤٦) امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے معلق

ذکر کیا ہے۔ حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں: "ذكره البخاري معلقا بصيغة الجزم، ولم أره مسندا من وجه متصل أرتضيه غير ان ابن جرير رواه في تفسيره مرسلا......" اسے امام بخاری رحمہ اللہ نے صیغہ جزم کے ساتھ معلق ذکر کیا ہے جبکہ مجھے اس کی کوئی ایسی متصل سند نظر نہیں آئی جسے میں معتبر سمجھوں بجز اس کے کہ طبری نے اپنی تفسیر میں اسے مرسل روایت کیا ہے۔ (البداية والنهاية : ٢/ ٣١٨)

اسی طرح خلیفۃ واثق باللہ کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ اس نے سلام الترجمان کو دیوار ذی القرنین کی تلاش میں بھیجا وہ شمال کی طرف گیا حتیٰ کہ اس نے وہ دیوار دیکھ لی اور واپس آ کر خلیفہ کو رپورٹ دی۔ یہ واقعہ بھی بسند صحیح ثابت نہیں ہے۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے ''البدایۃ والنہایۃ'' (۳۱۹/۲) میں اسے بغیر کسی سند کے لفظ "ذُكِرَ" مجہول کے صیغہ سے نقل کیا ہے جو نفس واقعہ کے ضعف پر دلالت کرتا ہے۔

مفسر آلوسی لکھتے ہیں: وأما ما ذكره بعضهم من أن الواثق بالله العباسي أرسل سلاما الترجمان للكشف عن هذا السد فذهب جهة الشمال في قصة تطول حتى راه ثم عاد وذكر له من أمره ما ذكر فثقات المؤرخين على تضعيفه وعندي أنه كذب لما فيه مما تابى الآية كما لا يخفي على الواقف عليه تفصيلا" یہ جو بعض لوگوں نے خلیفہ واثق باللہ العباسی کے حوالے سے ایک طویل قصہ ذکر کیا ہے کہ اس نے سلام ترجمان کو اس دیوار کی تلاش میں بھیجا اور وہ شمال کی طرف گیا حتیٰ کہ اس نے وہ دیوار دیکھ لی اور واپس آ کر خلیفہ کو بتایا تو مؤرخین اس واقعہ کی تضعیف کرتے ہیں اور میرے خیال میں یہ تو محض کذب ہے کیونکہ اس میں بعض ایسی باتیں ہیں جن کا قرآن مجید کی آیت انکار کرتی ہے جیسا کہ تفصیلات سے واقف کسی بھی شخص پر یہ حقیقت مخفی نہیں۔'' (روح المعاني : ١٦/ ٤٢)

(۲) کیا یاجوج و ماجوج اولادِ حواء نہیں؟ بعض لوگوں نے یہ کہا ہے کہ یاجوج و ماجوج آدم کی نسل سے تو ہیں مگر حواء کی اولاد نہیں ہیں۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ آدم کو احتلام

ہوا تو ان کی منی گر کر مٹی میں مخلوط ہوگئی تو یاجوج و ماجوج پیدا ہوئے۔لیکن یہ بات بھی بلا دلیل ہے۔امام ابن کثیر فرماتے ہیں:"وهذا القول غريب جدًا لا دليل عليه لا من عقل ولا نقل ولا يجوز الاعتماد هاهنا على ما يحكيه بعض أهل الكتاب لما عندهم من الأحاديث المفتعلة والله اعلم" یہ قول انتہائی عجیب و غریب ہے، اس پر کوئی عقلی اور نقلی دلیل نہیں اور نہ ہی یہاں ان باتوں پر اعتماد کرنا جائز ہے جو بعض اہل کتاب بیان کرتے ہیں کیونکہ ان کے پاس گھڑی ہوئی باتیں ہیں۔(تفسیر القرآن العظیم : ٤/ ٢٤٥)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:"وهو قول منكر جدًا لا أصل له إلا عن بعض أهل الكتاب" یہ قول سخت منکر ہے اس کی کوئی بنیاد نہیں بجز بعض اہل کتاب کے۔ (فتح الباری : ٦/ ٤٦٦)

(۳) یاجوج و ماجوج کے متعلق نظریات: یاجوج و ماجوج کے بارے میں بعض مفکرین نے عجیب وغریب نظریات بیان کیے ہیں، مثلاً:

- یاجوج و ماجوج سے مراد روس اور شمالی چین کے وہ قبائل ہیں جو تاتاری، منگولی، ھن اور ستھین وغیرہ ناموں سے مشہور ہیں۔(تفہیم القرآن : ٣/ ٤٤)
- یاجوج و ماجوج سے مراد وہی لوگ ہیں جو مفسد ہیں جو انبیاء علیہم السلام کی تعلیم کے خلاف چلتے ہیں۔(تفسیر ثنائی : ٢/ ٢٤٣)
- ایک قول یہ ہے کہ یاجوج و ماجوج دونوں ترکوں سے ہیں اور دوسرا قول یہ ہے کہ یاجوج ترکوں سے اور ماجوج جیل اور دیلم سے ہیں۔(تفسیر کبیر : ٢١/ ٣٢٢)
- اسی طرح بعض نے یاجوج و ماجوج سے مراد یورپی اور امریکی اقوام بھی لی ہے۔

(دیکھیے: پیشینگوئیوں کی حقیقت، ص:۲۵۴)

یہ اور اس طرح کے دیگر اور بھی نظریات ہیں لیکن یہ تمام نظریات باطل ہیں۔ یاجوج و ماجوج ایک خاص قوم ہے جو قیامت کے بالکل قریب ظاہر ہوگی۔

مذکورہ نظریات کے حاملین نے بنیادی طور پر تین چیزوں کو دلیل بنایا ہے۔

(۱)...... مذکورہ اقوام کے فتنہ و فساد کو دلیل بنا کر یہ کہا گیا ہے کہ یہی قوم یاجوج و ماجوج ہے۔ ان اقوام کے فتنہ وفساد سے تو مجالِ انکار نہیں لیکن اللہ تعالیٰ کا ہمیشہ ہی سے یہ قانون چلا آرہا ہے کہ دنیا میں قومیں عروج و زوال سے گزرتی رہیں جب اللہ کے بندے عروج پاتے ہیں تو دنیا سکھ اور چین کا سانس لیتی ہے لیکن جب اللہ کے باغی عروج پاتے ہیں تو وہ دنیا کا امن وسکون برباد کر کے رکھ دیتے ہیں یوں تاریخ پر نظر دوڑانے سے آپ کو ایک دو نہیں کئی ایسی اقوام ملیں گی جن کا فتنہ وفساد ان مذکورہ اقوام سے کہیں زیادہ رہا ہے تو کیا محض فتنہ وفساد کو دلیل بنا کر کسی کو یاجوج و ماجوج قرار دیا جاسکتا ہے؟

(۲)......محرف شدہ بائبل کو اور اسرائیلی روایات کو دلیل بنا کر یہ کہا گیا ہے کہ یہی اقوام یاجوج و ماجوج ہیں۔

بائبل کے محرف و مبدل ہونے میں کسی مسلمان کی دو رائے نہیں ہوسکتیں، اس لیے بائبل کا وہی بیان قابل تسلیم ہے جو قرآن وسنت کے منافی نہ ہو۔ اسی طرح اسرائیلی روایات کے بارے میں یہ قاعدہ ہے کہ جو اسرائیلی روایات قرآن مجید کے موافق ہوں، وہ قابل تسلیم اور جو مخالف ہوں وہ قابل تردید ہیں اور جو نہ مخالف ہوں نہ موافق ان کی تصدیق وتکذیب پر خاموشی اختیار کی جائے گی۔ اس لیے اگر بائبل اور اسرائیلی روایات کی بنیاد پر منگولی، تاتار کو یاجوج و ماجوج قرار دیا جائے تو اس سے قرآن وسنت دونوں کے بہت سے بیانات کی لامحالہ تردید ہوتی ہے اس لیے یاجوج و ماجوج کی تعیین میں بائبل اور اسرائیلی روایات کو دلیل نہیں بنایا جاسکتا۔ (پیش گوئیوں کی حقیقت، ص: ۲۵۸، ۲۵۹)

(۳) ظن وتخمین کی بناء پر ان اقوام کو یاجوج و ماجوج قرار دیا گیا ہے۔ حالانکہ ایسی باتیں ظن وتخمین کی بنا پر نہیں کی جاسکتیں بالخصوص جب اس سے قرآن وسنت کی مخالفت لازم آرہی ہو۔ قرآن وسنت سے جو باتیں معلوم ہوتی ہیں، وہ ان مذکورہ اقدامات پر منطبق نہیں ہوتیں، مثلاً:

❁: قرآن و حدیث سے پتا چلتا ہے کہ یاجوج و ماجوج اور دیوار ذی القرنین دونوں لازم وملزوم ہیں۔اور دیوار ذی القرنین کے بارے میں بھی قرآن نے بتادیا ہے کہ (۱) اس کا بانی ذی القرنین تھا (۲) یہ دو پہاڑوں کے درمیان تعمیر کی گئی تھی (۳) اس کی بناوٹ مکمل طور پر لوہے اور تانبے سے ہوئی ہے اینٹ، پتھر، وغیرہ استعمال نہیں ہوا۔ (۴) اس کے پیچھے یاجوج و ماجوج رہتے ہیں کوئی مسلمان نہیں رہتا۔ (۵) دونوں طرف کوئی آمدورفت ممکن نہیں۔ (۶) اس دیوار میں کوئی راستہ اور دروازہ وغیرہ بھی نہیں۔ (۷) وہ دیوار آج موجود ہے کیونکہ قربِ قیامت اس نے ٹوٹنا ہے۔

اگر مندرجہ بالا علامات کی روشنی میں دنیا میں نظر آنے والی دیواریں مثلاً: دیوار چین اور دیوار برلن وغیرہ کا جائزہ لیا جائے تو ان میں سے کوئی دیوار بھی دیوار ذی القرنین ثابت نہیں ہوتی۔ جب ان دیواروں میں سے کوئی دیوار ذی القرنین ثابت نہیں تو پھر ان دیواروں کے آس پاس بسنے والی اقوام کے متعلق کس طرح کہا جاسکتا ہے کہ وہ یاجوج و ماجوج ہیں؟

❁ صحیح احادیث سے پتا چلتا ہے کہ (۱) یاجوج و ماجوج کا خروج نزول مسیح کے بعد ہوگا (۲) یاجوج و ماجوج جب نکلیں گے تو کچھ ہی عرصے بعد سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام کی دعا کے نتیجے میں ان کی گردنوں میں کیڑے پڑ جائیں گے (۳) وہ یکبارگی موت کے منہ میں چلے جائیں گے، (۴) ان میں سے کوئی باقی نہیں رہے گا۔

صادق المصدوق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی ان خبروں سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ مذکورہ اقوام یاجوج و ماجوج نہیں ہیں۔ یاجوج و ماجوج ان کے علاوہ ہیں جو اس وقت کسی نامعلوم خطہ میں بند ہیں۔ان کا ظہور اس وقت ہوگا جب عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں دوبارہ تشریف لا چکے ہوں گے۔ دجال قتل ہو چکا ہوگا اور جب وہ آئیں گے تو کچھ ہی عرصے بعد سب کے سب ہلاک ہوجائیں گے اور ان میں سے کوئی بھی باقی نہیں بچے گا۔

❁ قرآن و حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یاجوج ماجوج ذوالقرنین کے دور سے آج تک دنیا میں موجود رہے ہیں اور اپنے مقررہ وقت تک موجود رہیں گے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

ایک موقع پر ارشاد فرمایا: ''آج یاجوج ماجوج کی دیوار میں درہم برابر سوراخ ہو گیا ہے۔''

(صحيح البخاري : ٧١٣٥)

اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کے دور میں یہ موجود تھے لیکن آپ ﷺ نے نہ ان کے ساتھ جہاد و قتال کیا اور نہ ہی اس کے ساتھ دعوت و تبلیغ کا فریضہ انجام دیا، حالانکہ آپ ﷺ نے اپنے دور میں کسریٰ (ایرانی بادشاہ) سمیت تقریباً تمام بادشاہوں اور حاکموں کو دعوتی خطوط روانہ کیے تھے، پھر آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کے جانشین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین وغیرہ پہلی صدی ہجری کے اختتام سے پہلے ہی ایشیا میں چین، خراسان، روس اور ہندوستان تک اور افریقہ و یورپ تک جا پہنچے مگر انھوں نے کسی ایسی قوم کو یاجوج و ماجوج نہیں کہا جنہیں بعد کے مفکرین نے یاجوج ماجوج ثابت کرنے کی زحمت کی ہے۔

یاجوج و ماجوج کو دعوت اسلام کیوں نہیں دی گئی؟

یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ نبی کریم ﷺ نے یاجوج ماجوج کی طرف کوئی دعوت یا عسکری پیش رفت کیوں نہ کی؟ اس کا یہ جواب سمجھ میں آتا ہے۔ واللہ اعلم۔ کہ نبی کریم ﷺ بخوبی آگاہ تھے کہ (۱) یاجوج ماجوج خاص آزمائش کے لیے پیدا کی گئی قوم ہے۔ (۲) ان سے فطرت (اسلام) مسلوب و مفقود ہے۔ (۳) یہ سب بلا استثناء جہنمی ہیں۔ (۴) ان کی جائے وقوع لوگوں سے مخفی رکھی گئی ہے۔ (۵) قیامت کے قریب ہی انھیں ظاہر کیا جائے گا۔ (۶) ان کے پاس جانا اور ان سے جنگ کرنے کی کسی میں طاقت نہیں۔

اس کو مزید تقویت ان احادیث سے ملتی ہے جن سے روز روشن کی طرح یہ واضح ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول اور دجال کے خاتمے کے بعد یاجوج ماجوج منصۂ شہود پر ظاہر ہوں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی انھیں اسلام کی دعوت نہیں دیں گے۔ بلکہ اللہ فرمائے گا کہ اپنے پیدا کیے ہوئے بندوں کو باہر نکال رہا ہوں ان سے جنگ کرنے کی طاقت کسی میں نہیں۔ (صحیح مسلم: ۲۹۳۷) چنانچہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے حکم سے ان کی طرف متوجہ ہوئے بغیر پہاڑ پر چڑھ جائیں گے۔

اب یہاں تقدیر کا سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر یاجوج و ماجوج اسلام قبول کرنے کی

صلاحیت اور فطرت سے تہی دامن پیدا کیے گئے ہیں تو وہ مکلّف نہ ہوئے پھر انھیں جہنم کی سزا کیوں دی جائے گی؟ اس کا جواب حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ کے حوالے سے اپنی تاریخ میں اس طرح بیان کیا ہے کہ:

"وقد حكاه الشيخ أبوالحسن الأشعري إجماعا عن أهل السنة والجماعة وامتحانهم لا يقتضي نجاتهم ولا ينافي الأخبار عنهم بأنهم من أهل النار لأن الله يطلع رسوله على ما يشاء من أمر الغيب وقد أطلعه على أن هؤلاء من أهل الشقاء وأن سجاياهم تابى قول الحق والانقياد له فهم لا يجيبون الداعي إلى يوم القيامة فيعلم من هذا أنهم كانوا أشد تكذيبا للحق في الدنيا لو بلغهم فيها."

شیخ ابوالحسن اشعری نے اہل السنۃ والجماعہ سے اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ یاجوج و ماجوج کی آزمائش ان کی نجات کو مقتضی نہیں اور نہ ہی وہ روایات اس کے منافی ہیں جن میں یاجوج ماجوج کو جہنمی قرار دیا گیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ جب چاہتے ہیں اپنے رسول کو کسی غیبی امر سے مطلع فرما دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اس بات سے مطلع کردیا کہ یاجوج و ماجوج بدبخت ہیں اور ان کی طبیعت و عادات حق کو قبول کرنے اور حق کے لیے مطیع و فرمانبردار ہونے سے انکاری ہیں اور یہ تاقیامت دین کی دعوت دینے والے کسی داعی کی بات قبول نہیں کریں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر دنیا میں انھیں حق کا پیغام بالفرض پہنچ بھی جاتا تو یہ حق کی تکذیب میں سب سے بڑھ کر ثابت ہوتے۔" (البداية والنهاية: ۲/ ۱۰۲)

اسی لیے انبیاء کو بھی اس بات کا مکلّف نہیں بنایا گیا کہ وہ یاجوج و ماجوج کو دین کی دعوت دیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انھیں پیدا ہی جہنم کے لیے کیا ہے لا يسئل عما يفعل وهم يسئلون. (مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہوں: پیش گوئیوں کی حقیقت، ص: ۲۷۸ تا ۲۸۰)

غلطی یا تحریف؟

حافظ بلال اشرف اعظمی

معزز قارئین! آٹھویں صدی ہجری میں بحر حبشہ کے ساحل پر واقع زیلع نامی شہر میں ایک حنفی عالم گزرے ہیں، جن کا نام فخر الدین عثمان بن علی الزیلعی ہے، یہ جمال الدین عبداللہ بن یوسف الزیلعی صاحب نصب الرایۃ (م: ۷۶۲ھ) کے استاذ ہیں، ان کی وفات ۷۴۳ھ میں ہوئی۔ (دیکھیں: حدائق الحنفیہ، ص: ۳۱۰، ۳۱۷)

انھوں نے فقہ حنفی کی مشہور کتاب ''کنز الدقائق'' کی شرح لکھی جس کا نام ''تبیین الحقائق'' ہے، یہ شرح احناف کے ہاں مقبول اور معتبر ہے۔

جناب محمود عبدالحئ لکھنوی حنفی (م: ۱۳۰۴ھ) لکھتے ہیں:

"وهو شرح معتمد مقبول."

''اور یہ قابل اعتماد اور مقبول شرح ہے۔'' (الفوائد البھیۃ فی تراجم الحنفیۃ، ص: ۱۱۵)

جناب فقیر محمد جہلمی حنفی (م: ۱۹۱۴ء) لکھتے ہیں:

''کنز الدقائق کی ایک نہایت معتبر شرح تبیین الحقائق نام تصنیف کی جو مقبول انام ہوئی۔'' (حدائق الحنفیہ، ص: ۳۱۰)

فخر الدین عثمان بن علی الزیلعی الحنفی ''تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق'' میں مقتدی کے سورۂ فاتحہ نہ پڑھنے کے دلائل ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وعن عبادة بن الصامت أنه عليه الصلوة والسلام قال لا يقرأن أحد منكم شيئاً من القرآن إذا جهرت بالقرآن . قال الدارقطني رجاله كلهم ثقات ." (تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق : ١/ ١٣١ ، مكتبه امداديه ملتان)

''سیّدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: تم میں سے کوئی قرآن میں سے کچھ نہ پڑھے جب میں بلند آواز سے قرآن پڑھوں، امام دارقطنی رحمہ اللہ نے فرمایا: اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔''

فخر الدین الزیلعی الحنفی کی پیش کردہ روایت سنن الدارقطنی (۱/۶۶۲،۶۶۳) میں موجود ہے، مکمل روایت اوراس کا ترجمہ درج ذیل ہے:

"حدثنا أبومحمد بن صاعد، ثنا محمد بن زنجويه وأبوزرعة عبد الرحمن بن عمرو الدمشقي واللفظ له قالا: نا محمد بن المبارك الصوري، ثنا صدقة بن خالد، ثنا زيد بن واقد، عن حزام بن حكيم، ومكحول عن نافع بن محمود بن الربيع كذا قال: أنه سمع عبادة بن الصامت يقرأ بأم القرآن، وأبونعيم يجهر بالقراءة، فقلت: رأيتك صنعت في صلاتك شيئاً؟ قال: وما ذاك؟ قال: سمعتك تقرأ بأم القرآن، وأبونعيم يجهر بالقراءة، قال: نعم، صلى بنا رسول الله ﷺ بعض الصلوات التي يجهر فيها بالقراءة، فلمّا انصرف قال: "منكم من أحد يقرأ شيئاً من القرآن إذا جهرت بالقراءة؟" قلنا: نعم يارسول الله، فقال رسول الله ﷺ: "وأنا أقول: مالي أنا زع القرآن، فلا يقرأن أحد منكم شيئاً من القرآن إذا جهرت بالقراءة، إلا بأم القرآن." هذا إسناد حسن، ورجاله ثقات كلهم.

نافع بن محمود رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کو سورۂ فاتحہ کی قراءت کرتے سنا، جب کہ ابونعیم رحمہ اللہ (امامت کراتے ہوئے) بلند آواز سے قراءت کر رہے تھے تو میں نے کہا: میں نے دیکھا ہے کہ آپ نے

اپنی نماز میں کچھ عمل کیا ہے۔ انھوں نے پوچھا: کیا؟ نافع نے کہا: میں نے آپ کو سورۂ فاتحہ کی قراءت کرتے سنا، جب کہ ابونعیم بلند آواز سے قراءت کر رہے تھے تو انھوں نے کہا: جی ہاں، ہمیں رسول اللہ ﷺ نے ایک نماز پڑھائی جس میں آپ بلند آواز سے قراءت کر رہے تھے، جب آپ نے نماز سے سلام پھیرا تو فرمایا: ''جب میں نے بلند آواز سے قراءت کی تو کیا تم میں سے کوئی قرآن سے کچھ پڑھ رہا تھا؟'' ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! جی ہاں، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں (دل میں) کہتا تھا کہ کیا بات ہے، مجھ سے قرآن چھینا جا رہا ہے؟ جب میں بلند آواز سے قراءت کروں تو تم میں سے کوئی سورۂ فاتحہ کے علاوہ قرآن سے کچھ نہ پڑھا کرے سوائے سورہ فاتحہ کے۔'' یہ سند حسن ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔'' (سنن الدارقطنی: ۱/۳۶۲، ۳۶۳، دارالمعرفہ بیروت)

یہ حدیث جہری نمازوں میں مقتدی کے سورۂ فاتحہ پڑھنے کی دلیل ہے، جبکہ حدیث سے "إلا بأم القرآن" (سوائے سورہ فاتحہ کے) کے ٹکڑے کو حذف کر کے اسے مقتدی کے سورۂ فاتحہ نہ پڑھنے کی دلیل بنا دیا گیا، فضیلۃ الشیخ ابومحمد بدیع الدین شاہ راشدی رحمہ اللہ (م: ۱۹۹۶ء) نے اسے حدیث میں تحریف قرار دیا ہے، چنانچہ آپ لکھتے ہیں:

"فانظروا يا أهل الإنصاف! كيف اختلس من "سنن الدارقطني" وحذف من العبارة جملة "إلا بأم القرآن" وتصرف في الحديث تصرفاً قبيحاً، وجعل الحديث الذي هو حجة قائمة عليه حجة لنفسه لحذف تلك الجملة، وهكذا هو ديدن اليهود."

''اے انصاف والو! دیکھو کیسے ''سنن الدارقطنی'' کی حدیث میں خورد برد کی اور "إلا بأم القرآن" کا جملہ حذف کر دیا اور حدیث میں قبیح تصرف کیا، وہ حدیث جو ان کے خلاف تھی اس کا یہ جملہ حذف کر کے اپنی دلیل بنا لیا، یہود کا طرز عمل

بھی یہی ہے۔‘‘(الطوام المرعشة في بيان تحريفات أهل الرأي المرهشة، ص: ۱۹، ۲۰، قلمی نسخه، مقالات راشدیه: ۸/ ۹۱)

نوٹ:...... اگر کوئی صاحب دعویٰ کرے کہ فخر الدین الزیلعی کی پیش کردہ روایت اور ہے اور سنن الدارقطنی میں سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی روایت اور ہے تو اس پر لازم ہے کہ فخر الدین الزیلعی کی پیش کردہ روایت ’’جو سیّدنا عبادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور امام دارقطنی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں‘ حدیث کی کسی معتبر کتاب سے پیش کرے، ودونه خرط القتاد.

میں نے فخر الدین الزیلعی الحنفی کی کتاب ’’تبیین الحقائق‘‘ کے چند مقامات دیکھے ہیں، موصوف واقعی تائید مذہب میں بڑے بے باک واقع ہوئے ہیں، تین مثالیں درج ذیل ہیں:

(۱) پہلی مثال سے قبل تین احادیث ملاحظہ فرمائیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((من مس ذكره فليتوضأ.))

’’جو اپنی شرم گاہ کو ہاتھ لگائے تو وہ وضو کرے۔‘‘(سنن أبي داوٗد: ۱۸۱)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لا نكاح إلا بولي.))

’’ولی کے بغیر نکاح نہیں ہے۔‘‘(سنن ابن ماجه: ۱۸۸۱)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((وكل مسكر حرام))

’’ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔‘‘(صحيح مسلم: ۲۰۰۳)

پہلی حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے فخر الدین الزیلعی الحنفی لکھتے ہیں:

”قال يحيى بن معين ثلاثة أحاديث لم تصح عن رسول الله ﷺ حديث مس الذكر ولا نكاح إلا بولي وكل مسكر حرام،

ذكر ذلك أبو الفرج . "

''یحییٰ بن معین رحمہ اللہ نے فرمایا: تین احادیث رسول اللہ ﷺ سے صحیح ثابت نہیں ہیں، شرم گاہ کو ہاتھ لگانے سے وضو ہے، ولی کے بغیر نکاح نہیں ہے اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے، یہ بات ابوالفرج ابن الجوزی نے ذکر کی ہے۔'' (تبیین الحقائق: ۱/۱۳)

یہ قول امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ سے ثابت ہے یا ثابت نہیں ہے، اس سے قطع نظر یہاں یہ بات قابل توجہ ہے کہ فخر الدین الزیلعی الحنفی نے ابوالفرج ابن الجوزی کے حوالہ سے امام ابن معین رحمہ اللہ کا یہ قول نقل کیا ہے، امام ابن الجوزی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب میں یہ قول اعتراضات کے ضمن میں نقل کیا ہے اور آگے جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وكذلك ما حكوا عن يحيى فإنه لا يثبت ، وقد كان مذهبه انتقاض الوضوء بمس الذكر ، وكان يحتج بحديث بسرة . "

''اور اسی طرح وہ بات جو لوگوں نے یحییٰ بن معین رحمہ اللہ سے نقل کی ہے، بلاشبہ وہ ثابت نہیں ہے اور ان کا مذہب یہ ہے کہ شرمگاہ کو ہاتھ لگانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اور بسرہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے دلیل لیتے تھے۔'' (التحقيق في أحاديث الخلاف لابن الجوزي : ١/ ١٨٢)

مگر فخر الدین الزیلعی الحنفی نے اعتراض کو لے لیا اور ابن الجوزی رحمہ اللہ کے ذکر کردہ جواب کا تذکرہ تک نہیں کیا، آخر کیوں؟ یاد رہے کہ مکتوبہ احادیث الزیلعی صاحب کے مذہب کے خلاف ہیں۔

(۲) فخر الدین الزیلعی الحنفی ترکِ رفع یدین کے دلائل دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وروى عن مجاهد أنه قال: خدمتُ ابن عمر عشر سنين فما رأيته يرفع يديه في شئ من صلاته إلا في التكبيرة الأولى"

''مجاہد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ میں نے دس سال سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی خدمت کی، میں نے انھیں تکبیر اولی کے علاوہ نماز میں کسی جگہ رفع یدین کرتے

نہیں دیکھا۔''(تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق : ۱/ ۱۲۰)

یہ مبالغہ آرائی پر مبنی روایت مجھے حدیث کی کسی معتبر کتاب میں نہیں ملی، مزید دیکھیں: (التعليق الممجد على موطأ محمد، ص : ۹۳)

البتہ درج ذیل روایت مجاہد رحمہ اللہ سے مروی ہے اور باطل روایت ہے۔

مجاہد رحمہ اللہ سے روایت ہے:

"صليت خلف ابن عمر رضي الله عنهما فلم يكن يرفع يديه إلا في التكبيرة الأولى من الصلوة."

''میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پیچھے نماز پڑھی تو وہ صرف تکبیر اولی میں رفع یدین کرتے تھے۔''(شرح معاني الآثار : ۱/ ۲۲۵)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اس روایت کو باطل قرار دیا ہے۔(مسائل أحمد روايت ابن هاني : ۱/ ۵۰) تفصیل کے لیے دیکھیں(نور العينين في اثبات رفع اليدين، ص : ۱٦۸)

(۳) جہری نمازوں میں اونچی آواز سے آمین کہنے کے بہت سے دلائل ہیں، جن میں سے ایک دلیل درج ذیل ہے:

سیّدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"سمعت النبي ﷺ قرأ ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ﴾ فقال: آمين ومدبها صوته." ''میں نے نبی ﷺ سے سنا، آپ نے ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ﴾ پڑھا پھر کہا: آمین اور اپنی آواز کو اس کے ساتھ کھینچا۔''(سنن الترمذي : ۲٤۸)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (م:۸۵۲ھ) نے فرمایا:

"وسنده صحيح" (التلخيص الحبير : ۱/ ۲۳٦)

فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ (م:۲۰۱۳ء) لکھتے ہیں:

''ہمارے علم کے مطابق کسی قابل اعتماد امام نے اس حدیث کو ضعیف نہیں کہا

ہے۔" (القول المتين في الجهر بالتأمين، ص : ٣١)

فخر الدین الزیلعی الحنفی اس حدیث کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وما رواهُ الشافعي ضعفه يحيى بن معين"

"سیّدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث جسے امام شافعی رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے، اس حدیث کو امام یحیٰی بن معین رحمہ اللہ نے ضعیف قرار دیا ہے۔" (تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق : ١/ ١١٤)

امام یحیٰی بن معین رحمہ اللہ کا اس حدیث کو ضعیف قرار دینا مجھے کسی معتبر کتاب میں نہیں ملا، واللہ اعلم

روزہ رسول ﷺ کی زیارت

(محمد ارشد کمال)

اُستادِ محترم محدث العصر امام حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جو شخص مدینہ نبویہ جانے کی سعادت حاصل کرے تو اسے چاہیے کہ مسجد نبوی (علٰی صاحبها الصلوٰة والسلام) جا کر دو رکعتیں پڑھے اور روضۂ رسول کی زیارت کرے، نماز والا درود پڑھے اور اگر حجرہ مبارکہ کا دروازہ اُس کے لیے کھل جائے اور خوش قسمتی سے وہ قبر مبارک کے پاس پہنچ جائے تو **السلام عليك يارسول الله** اور **الصلوٰة عليك يارسول الله** بھی پڑھے جیسا کہ سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے موقوفاً ثابت ہے۔

(دیکھئے فضائل درود وسلام، ص ۱۴۱، فضل الصلوٰة علی النبی ﷺ بتحقیقی: ۱۰۰)

لیکن یاد رہے کہ حجرۂ مبارک کے باہر تخاطب والے یہ الفاظ صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین وغیرہم سے ثابت نہیں ہیں لہٰذا باہر صرف نماز والا درود پڑھنا چاہیے۔

(مقدمه الصارم المنكي في الرد على السبكي، ص ٥٢)

دورِ صحابہ میں تقلید کا مسئلہ

محمد حذیفہ، لکھنؤ انڈیا

ہم نے دورِ صحابہ میں تقلید کا مسئلہ کے موضوع پر اصولی طور پر واضح کیا ہے کہ دورِ صحابہ میں کوئی تقلید نہیں ہوتی تھی اور جس کے دلائل ہم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے دیے ہیں اور تقلید کا مخصوص رد بھی اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال سے کیا ہے، والحمد للہ۔ دیوبندیوں کے مشہور عالم جناب تقی عثمانی دیوبندی صاحب نے ایک کتاب ''تقلید کی شرعی حیثیت'' لکھی جس میں عثمانی صاحب نے ایسے دلائل سے دورِ صحابہ میں تقلید کا اثبات اخذ کیا جو محال ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ایک دوسرے سے سوال کرنے کو، علم سیکھنے کو تقلید باور کرایا جو کہ اصولی طور پر درست نہیں اور آئمہ دین کی خلاف ورزی میں ہے۔

امام ابوعبداللہ ابن قیم الجوزی رحمہ اللہ (المتوفی: ۷۵۱ھ) لکھتے ہیں:

''سنو صحابہ انھیں وہ فتوے دیتے تھے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے انھوں نے حاصل کیے تھے، وہ انھیں اپنی رائے اور اپنے قیاسات نہیں سیکھاتے تھے۔ پس خود وہ فتوے دلیل تھے، وہی احکام تھے، وہی حجت تھے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم صاف فرماتے تھے کہ یہ ہے جس کا عہد ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لیا اور اب ہم تم سے اسی کا عہد لیتے ہیں۔ تو کیا کوئی مفتی کسی مستفتی کو حکم رسول سنائے یہ بھی تمہارے نزدیک تقلید ہوگئی؟ سنو دلیل کلام رسول ہے۔ دلیل کلام الٰہی ہے۔ پھر کوئی چیز دلیل نہیں۔ اُس زمانے کے تمام لوگ اپنے نبی کی باتوں کے بے تاب تھے ان کی طلب میں بے تابی تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کی ٹٹول میں لگے رہتے تھے۔ یہی صحابہ سے پوچھتے تھے، اسی کو لیتے تھے۔ یہی صحابہ رضی اللہ عنہم انھیں دیتے تھے اور بتاتے تھے۔ کہاں یہ؟ اور کہاں یہ کہ فلاں نے کیا کہا؟ فلاں مذہب کا فیصلہ

کیا ہے؟ فلاں امام کا فتویٰ کیا ہے؟ ہر پچھلے کی مان لینے اور ہر پہلے کی چھوڑ دینے کی وصیت۔ یہاں تک کہ جنہیں امام کی حیثیت دے رکھی ہے۔ وہ بھی صرف گدی نشین ہیں حکم دوسری جماعتوں کے ہاتھ ہے۔ بہت سے اقوال آئمہ آج تک اُچھوتے پڑے ہیں، ہر زمانے کے علماء کے اقوال، ان کے فتوے، ان کے فیصلے معتبر مانے جاتے ہیں ہر زمانے میں فقہ کی ایک تصنیف ہوتی ہے۔ ہر ملک کا مذہب جداگانہ ہے نیچے اور پھر نیچے والوں کے قول پر فتوے ہوتے ہیں۔ زمانے کے گزرنے کے ساتھ مقلدین سیڑھیاں اتر رہے ہیں ہر کتاب کا رنگ دیکھو متقدمین نے یوں کہا متاخرین نے یوں فرمایا۔ پھر ہم پوچھتے ہیں کہ اے تقلید کے فدائیو! صحابہ میں سے کس نے تابعین کو فرمایا کہ تم اپنے میں سے کسی ایک کو پسند کرلو اور سارے دین میں اس ایک کی تقلید کیا کرو۔ اس کے سوا دوسروں کے اقوال کی طرف نظر بھی نہ اٹھاؤ کتاب وسنت سے احکام ہی نہ لو۔ تقلید شخصی اس کا نعم البدل سمجھو۔ انھوں نے کب کس کو ہدایت کی کہ تمہارے پاس قرآن وحدیث پیش ہو تو تم دیکھو۔ تمہارے امام کے مطابق ہو تو لے لو ورنہ چھوڑ دو۔ واللہ! اگر تم غور کرو تو اپنے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے طریقے میں اتنا ہی فرق پاؤ گے۔'' (اعـــــلام الموقعين عن رب العالمين لابن القيم : ٤/ ١٥)

امام ابن قیم رحمہ اللہ کے اس فرمان سے ثابت ہورہا ہے کہ دورِ صحابہ سے تقلید کا اثبات کرنا بالکل غلط ہے، امام ابن قیم رحمہ اللہ نے ایسے لوگوں کا زبردست رد کردیا جنہوں نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دور میں تقلید کو ثابت کرنا چاہا، والحمد للہ۔

اجماع سے ثابت ہے کہ تقلید جہالت کا نام ہے نہ کہ علم۔ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی آراء اور فتاوی علم ہیں، آئمہ دین نے تقلید کو جہالت پر مبنی کہا ہے اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی آراء کو علم پر مبنی کہا ہے۔

امام ابوعمر یوسف بن عبدالبر رحمہ اللہ (المتوفی: ۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

”وَقَالَ اَهْلُ الْعِلْمِ وَالنَّظَرِ: حَدُّ الْعِلْمِ التَّبْيِيْنُ وَإِدْرَاكُ الْمَعْلُوْمِ عَلَى مَا هُوَ فِيْهِ، فَمَنْ بَانَ لَهُ الشَّيْءُ فَقَدْ عَلِمَهُ، قَالُوْا: وَالْمُقَلِّدُ لَا عِلْمَ لَهُ وَلَمْ يَخْتَلِفُوْا فِي ذَلِكَ وَمِنْ هَاهُنَا وَاللّٰهُ اَعْلَمُ .“

”اہل علم و دانش نے فرمایا ہے کہ علم شئے کی وضاحت کا نام ہے یعنی شئے کا جان لینا جیسی بھی وہ ہے۔ اگر کسی کے سامنے کوئی چیز ظاہر و روشن ہوگئی تو وہ اس کو جان گیا اور ان کا یہ بھی کہنا کہ: مقلد کو علم نہیں ہوتا اور اس سلسلے میں (اہل علم میں سے) کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔“(جامع بيان العلم وفضله لابن عبد البر: ١/ ٣٣٩، رقم: ١٨٩٤، طبع: دار ابن الجوزي، القاهرة)

امام ابن عبد البر رحمہ اللہ کی عبارت سے معلوم ہو رہا ہے کہ تقلید جہالت کا نام ہے وہ علم کیسے ہوسکتی ہے؟

امام جمال الدین ابو عمر عثمان بن عمر و نحوی ابن حاجب رحمہ اللہ (المتوفی: ٦٤٦ھ) فرماتے ہیں:

”فالتقليد: العمل بقول غيرك من غير حجة، وليس الرجوع إلى الرسول وإلى الإجماع، والعامي إلى المفتي، والقاضي إلى العدول بتقليد لقيام الحجة، ولا مشاحة فى التسمية .“

”پس تقلید، تیرے غیر کے قول پر بغیر حجت کے عمل (کا نام) ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول اور اجماع کی طرف رجوع تقلید نہیں ہے (اور اسی طرح) عامی کا مفتی کی طرف اور قاضی کا گواہوں کی طرف رجوع کرنا تقلید نہیں ہے کیونکہ اس پر دلیل قائم ہے اور تسمیہ (نام رکھنے) میں کوئی جھگڑا نہیں ہے۔“(منتهى الوصول والأمل في علمي الاصول والجدل: ١/ ٢١٨-٢١٩)

امام ابن حاجب رحمہ اللہ کی بات سے بالکل عیاں ہوگیا کہ عامی کا مفتی سے سوال کرنا بھی تقلید نہیں ہے، تقلید تو جہالت کا نام ہے تو پھر کیسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین جن کو آئمہ نے علم کا علمبر دار بتایا ہے ان کے دور میں تقلید کا تصور ہو؟ ان کے دور میں تقلید کا تصور کرنے والوں کے پاس

کوئی دلیل نہیں ہے صرف ظن اور خیال ہے۔

امام ابوعبداللہ ابن قیم الجوزی رحمہ اللہ (المتوفی: ۷۵۱ھ) لکھتے ہیں:

والتقليد ليس بعلمٍ باتفاق أهل العلم ."

''اہل علم کا اتفاق ہے کہ تقلید علم نہیں ہے۔'' (اعلام الموقعين عن رب العالمين لابن قيم: ٣/ ٤٤٨)

علماء کے اتفاق سے معلوم ہوا کہ تقلید علم نہیں ہے۔

علامہ جمال الدین عبداللہ بن یوسف الزیلعی حنفی (المتوفی: ۷۶۲ھ) لکھتے ہیں:

"فالمقلد ذهل ، والمقلد جهل ." ''مقلد غافل ہوتا ہے، مقلد جاہل ہوتا ہے۔'' (نصب الراية لاحاديث الهداية : ٣/ ٢٢٨)

علامہ زیلعی کی بات سے معلوم ہو رہا ہے کہ مقلدین تو غافل و جاہل ہوتے ہیں، کیا کوئی دورِ صحابہ میں تقلید کا اثبات کرنے والا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے ایسا گمان رکھتا ہے؟ نعوذ باللہ

اس سے ثابت ہوا کہ تقلید علم نہیں بلکہ جہالت ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا ایک دوسرے سے سوال کرنا علم تھا اور اہل علم سے سوال کرنا بھی علم ہے نہ کہ تقلید، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی آراء علم ہیں، آئمہ کی گواہی ملاحظہ کریں:

''امام بقیہ بن ولید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے امام اوزاعی رحمہ اللہ (المتوفی: ۱۵۷ھ) نے کہا: "يا بقية ، العلم ما جاء عن اصحاب محمد ﷺ وما لم يجئ عن أصحاب محمد ﷺ فليس بعلم ، يا بقية ، لا تذكر احدا من اصحاب محمد نبيك ﷺ الا بخير ." اے بقیہ! علم تو وہ ہے جو صحابہ کرام سے حاصل ہوا ہو اور جو علم اصحاب محمد ﷺ سے حاصل نہیں ہوا وہ علم نہیں ہے۔ اے بقیہ! صحابہ کرام کا جب بھی تذکرہ کرو تو خیر کے ساتھ کرو۔'' (جامع بيان العلم وفضله لابن عبد البر: ١/ ٢٢٧ ، رقم: ١٤٢٠)

امام اوزاعی رحمہ اللہ خیرالقرون کے امام ہیں انھوں نے صراحت سے یہ بات بیان کی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے موصول ہوئی باتیں علم ہیں۔

آئمہ دین اس کو علم پر محمول کر رہے ہیں اور عصر حاضر کے بعض متعصبین حضرات اسے تقلید باور کرانے پر اڑے ہوئے ہیں۔

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث السجستانی رحمہ اللہ (صاحب سنن) فرماتے ہیں:

"سمعت احمد، یقول: الاتباع: ان یتبع الرجل ما جاء عن النبی ﷺ وعن اصحابه، ثم هو من بعد فی التابعین مخیر."

''میں نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ (المتوفی: ۲۴۱ھ) کو فرماتے ہوئے سنا: جو نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے منقول ہو اس کی اتباع کی جائے گی اور جو بعد میں تابعین سے منقول ہوگا اس میں اختیار ہے۔ (اگر کتاب اللہ و سنت رسول اللہ ﷺ کی تائید میں ہوگا تو اسے قبول کیا جائے گا ورنہ اسے چھوڑا جائے گا۔)''(مسائل الإمام أحمد رواية أبي داوٗد: ١/ ٣٦٨، رقم: ١٧٨٩،)

معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے مسائل قرآن و سنت سے مستنبط تھے۔ ہاں! کچھ مسائل جو ان کے اجتہادات تھے جن کے بارے میں ہم پہلے عیاں کر آئے ہیں کہ انھیں تو خود اصحاب محمد ﷺ نے قبول نہیں کیا لیکن اس کے علاوہ آثار علم ہیں جو حجت ہیں۔

ناظرین! آپ نے دیکھا تقلید جہالت ہوتی ہے اور آثار صحابہ و مسائل صحابہ علم ہیں اس کے بعد بھی کوئی کہہ سکتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے ایک دوسرے سے سوال کرنا تقلید ہوگی؟ ہم اس سے آگے بڑھتے ہیں تو آئمہ کے ایسے اقوال پاتے ہیں جو صراحت کے ساتھ دورِ صحابہ میں تقلید کی نفی کرتے ہیں۔ والحمد للہ

امام ابومحمد علی بن احمد ابن حزم الاندلسی رحمہ اللہ (المتوفی: ۴۵۶ھ) لکھتے ہیں:

"وهذا أمر إنما ظهر فی القرن الرابع فقط مع ظهور التقليد وإنما ظهر القياس فی التابعين على سبيل الرأي والاحتياط

والظن لا على إيجاب حكم به ولا أنه حق مقطوع ."

''قیاس اور تقلید کا ظہور چوتھی صدی میں ہوا تابعین کے دور میں قیاس صرف رائے احتیاط اور ظن کی بناء پر تھا نہ اس لیے کہ اس (قیاس) کو واجب العمل سمجھا جاتا تھا۔ اور نہ اسے حق کا درجہ حاصل تھا'' (الأحكام في أصول الأحكام : ۸/ ۳۰۷)

امام ابوعبداللہ ابن القیم رحمہ اللہ (المتوفی : ۷۵۱ھ) لکھتے ہیں:

"وانما حدثت هذه البدعة فى القرن الرابع المذموم على لسانه ﷺ ."

''خیر القرون کے زمانہ میں جس کی فضیلت نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے۔ میں تقلید کا نام ونشان نہیں تھا۔ بلکہ یہ بدعت (تقلید) تو چوتھی صدی میں پیدا ہوئی جس کی مذمت نبی کریم ﷺ کی زبان سے صادر ہوئی ہے۔''

(إعلام الموقعين عن رب العالمين لابن قيم : ۳/ ٤٨٥)

قاضی محمد بن علی بن محمد الشوکانی رحمہ اللہ (المتوفی : ۱۲۵۵ھ) لکھتے ہیں:

"ان التقليد لم يحدث إلا بعد انقراض خير القرون ثم الذين يلونهم وان حدوث التمذهب بمذاهب الائمة الاربعة إنما كان بعد انقراض الائمة الاربعة وانهم كانوا على نمط من تقدمهم من السلف فى هجر التقليد وعدم الاعتداد به وان هذه المذاهب إنما احدثها عوام المقلدة لانفسهم من دون أن يأذن بها إمام من الأئمة المجتهدين ."

''تقلید کی بدعت قرون ثلاثہ (مشهودة بالخير) کے بعد ایجاد ہوئی ہے۔ اور آئمہ اربعہ کے مذاہب کی تقلید بھی آئمہ اربعہ کے عصر کے بعد شروع ہوئی، آئمہ اربعہ خود بھی ترک تقلید اور اس کے عدم اعتبار میں صحابہ وتابعین کے مسلک پر گامزن تھے۔ آئمہ مجتہدین نے کسی مذہب کی تقلید کی اجازت نہیں دی بلکہ مقلد عوام نے

خود ہی ان مذاہب کی تقلید کو رائج کر دیا۔'' (القول المفید في أدلة الاجتهاد والتقلید : ۱/ ۳۸)

معلوم ہوا کہ دورِ صحابہ میں تقلید کا نام تک نہ تھا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا سوال کرنا علم ہے اس کو قاضی شوکانی رحمہ اللہ نے بہت ہی واضح طور پر لکھا ہے اور تقلید کا رد بھی کیا ہے۔ والحمد للہ۔

قاضی محمد بن علی بن محمد الشوکانی رحمہ اللہ (المتوفی: ۱۲۵۵ھ) لکھتے ہیں:

"كما كان عليه امثالهم فى ايام الصحابة والتابعين وتابعيهم وهم خير القرون الذين يلونهم الذين يلونهم وقد علم كل عالم انهم لم يكونوا مقلدين ولا منتسبين الى فرد من افراد العلماء بل كان الجاهل يسأل العالم عن الحكم الشرعي الثابت فى كتاب الله بسنة رسوله ﷺ فيفتيه به ويرويه له لفظا او معنى فيعمل بذلك من باب العمل بالرواية لا بالرأي وهذا أسهل من التقليد فإن تفهم دقائق علم الرأي اصعب من تفهم الرواية ."

''جیسا کہ صحابہ کرام و تابعین کے زمانہ میں ہوتا تھا حالانکہ وہ بہترین زمانہ تھا (اس لیے تو اس بدعت کا نام ونشان تک نہیں ملتا) ہر عالم جانتا ہے کہ وہ (صحابہ وتابعین) نہ تو مقلد تھے اور نہ وہ کسی عالم سے انتساب رکھتے تھے بلکہ ہر وہ شخص جو علم سے بہرہ ور نہ تھا کسی بھی عالم سے قرآن وسنت کے ثابت شدہ شرعی حکم کے متعلق پوچھ لیتا تھا اور یہ عالم اسے فتویٰ دیتے ہوئے لفظاً یا معنیٰ حدیث روایت کر دیتا تھا۔ وہ شخص اس پر عمل کر لیتا تھا یہ چیز رائے پر عمل کے زمرے میں نہیں آتی بلکہ روایت پر عمل کے باب میں شمار ہوتی ہے اور یہ تقلید سے زیادہ سہل (آسان) ہے کیونکہ رائے کی باریکیوں کو سمجھنا روایت کو سمجھنے سے زیادہ مشکل ہوتا ہے۔'' (القول المفید في أدلة الاجتهاد والتقلید : ۱/ ۳٤)

الشیخ صالح بن محمد العمری الفلانی (المتوفی: ۱۲۱۸ھ) لکھتے ہیں:

"انما احدث بعد مائتي سنة من الهجرة وبعد فناء القرون التي اثنى عليهم الرسول ﷺ ."

''تقلید کی بدعت ہجرت کے دوسو سال بعد معرض وجود میں آئی جبکہ خیر القرون کا زمانہ گزر چکا تھا جس کی تعریف خود نبی کریم ﷺ نے اپنی زبان مبارک سے فرمائی تھی۔''(إیقاظ همم أولي الأبصار للاقتداء بسید المهاجرین والأنصار : ۱/ ۷۵)

آئمہ کی ان تصریحات سے معلوم ہوا کہ تقلید کی بدعت خیر القرون کے زمانے کے بعد رواج پائی ہے، اب اس کے بعد بھی اگر کوئی کہے کہ دورِ صحابہ میں تقلید ہوتی تھی تو یہ محض اس کا متعصّبانہ رویہ ہے، ہم نے اصولی طور پر دورِ صحابہ میں تقلید کی نفی کی ہے، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے باصراحت تقلید کی نفی کی ہے، خیر القرون میں تقلید کی نفی آئمہ عظام سے باصراحت ثابت کی ہے۔

ایک شبہ:......بعض ایسے آثار صحابہ موجود ہیں جس میں مذکور ہے کہ کسی مفتی صحابی نے کسی صحابی کو فتویٰ دیا اس کے بعد وہ صحابی اسی فتویٰ پر عمل پیرا ہو گیا پھر کسی اور صحابی کے قول پر اس نے اعتماد نہیں کیا بلکہ اسی قول پر ہمیشہ رہا، لہٰذا یہ دورِ صحابہ میں تقلید شخصی کی عین دلیل ہے۔

ازالہ:......ہم نے دورِ صحابہ میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے تقلید کی نفی باصراحت کی ہے، آئمہ کی شہادت کے ہوتے ہوئے بھی اہل تقلید اتنے متعصب ہیں کہ ایسے آثار جو ان کے موقف کے بالکل برعکس ہیں ان سے تقلید نہیں بلکہ تقلید شخصی دورِ صحابہ میں ثابت کرنا چاہتے ہیں، جو انتہائی بے علمی کی بات ہے اس شبہ کو دور کرنے کے لیے علامہ شوکانی رحمہ اللہ نے جو بات کہی ہے وہی کافی ہے، والحمد للہ۔

علامہ محمد بن علی الشوکانی رحمہ اللہ (المتوفی: ۱۲۵۵ھ) لکھتے ہیں:

"واعلم ان هذا الذي سقناه هو عمدة ادلة المجوزين للتقليد

وقـد ابطلنا ذلك كله كما عرفت ولهم شبه غير ما سقناه وهي دون مـا حررناه كقولهم ان الصحابة قلدوا عمر فى المنع من بيـع امهـات الاولاد وفـى ان الطلاق يتبع الطلاق وهذه فرية ليـس فيهـا مـرية فـإن الـصحابة مختلفون فى كلتا المساكين فـمنهم من وافق عمر اجتهادا لا تقليدا ومنهم من خالفه وقد كـان الـموافقون له يسألونه عن الدليل ويسترووونه النصوص وشـأن الـمـقـلد ان لا يبحث عن دليل بل يقبل الرأي ويترك الرواية ومن لم يكن هكذا فليس بمقلد . "

''آپ کومعلوم ہونا چاہیے کہ ہم نے جن دلائل کا ذکر کیا ہے وہ ایسے دلائل ہیں جن پر اہل تقلید کے نظریہ کی پوری عمارت کھڑی ہے اور ہم نے ان کا ابطال بھی کیا ہے جیسا کہ آپ دیکھ چکے ہیں۔ اس کے علاوہ وہ کچھ اور دلائل بھی لاتے ہیں۔ مثلاً وہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے امہات اولاد کوفروخت کرنے سے منع کردیا تھا۔ اور اسی طرح انھوں نے ایک وقت میں دی ہوئی تین طلاقوں کو نافذ کردیا تھا اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ان کی تقلید کی۔ مگر بلاشبہ یہ محض افتراء ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ان دونوں مذکورہ مسائل میں اختلاف رکھتے تھے بعض صحابہ کی رائے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی رائے سے موافقت رکھتی تھی اور بعض صحابہ کو ان سے اختلاف تھا اور یہ موافقت بر بنائے تقلید نہ تھی بلکہ ان کا اجتہاد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اجتہاد سے موافقت رکھتا تھا اور موافقت رکھنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کبھی کبھی ان سے دلیل بھی پوچھ لیا کرتے تھے مگر مقلد کی شان تو یہ ہے کہ اسے دلیل سے کوئی بحث نہیں ہوتی۔ مقلد کی علامت یہ ہے کہ وہ روایت کو ترک کرکے رائے کو قبول کرلیتا ہے۔ جس میں یہ چیز نہ ہو وہ مقلد نہیں۔''

(القول المفيد في أدلة الاجتهاد والتقليد : ١/ ٣٢)

نبی کریم ﷺ کا ایک اعرابی کے ساتھ واقعہ

مولانا نوید شوکت (برطانیہ)

ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ ایک اعرابی کے ہاں مہمان ہوئے تو اس نے آپ (ﷺ) کی بڑی خاطر تواضع کی آپ (ﷺ) نے اس کو کہا: ''ہمارے پاس (مدینے) آنا۔'' (کچھ دنوں بعد) وہ اعرابی آپ (ﷺ) کے پاس آیا تو رسول اللہ ﷺ نے اس سے پوچھا: ''تیری کوئی حاجت ہے؟'' اس نے کہا: ایک اونٹنی مع ھودج کے اور ایک بکری دودھ والی دے دیجیے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''افسوس تو نے بنی اسرائیل کی بڑھیا جیسا سوال نہ کیا۔'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا: اے اللہ کے رسول (ﷺ) وہ بنی اسرائیل کی بڑھیا (کا واقعہ) کیا ہے؟ آپ (ﷺ) نے فرمایا: ''جب موسیٰ (علیہ السلام) بنی اسرائیل کو لے کر چلے تو راستہ بھول گئے تو آپ (موسیٰ علیہ السلام) نے بنی اسرائیل سے پوچھا: یہ کیا ہے؟ بنی اسرائیل کے علماء نے کہا: یوسف (علیہ السلام) نے اپنے آخری وقت ہم سے عہد لیا تھا کہ جب ہم مصر سے چلیں تو آپ کے تابوت کو اپنے ساتھ لے چلیں۔ موسیٰ (علیہ السلام) نے پوچھا: تم میں سے کون جانتا ہے کہ یوسف (علیہ السلام) کی قبر کہاں ہے؟ بنی اسرائیل کے علماء نے کہا: ہم میں سے کوئی نہیں جانتا سوائے ایک بوڑھیا کے۔ آپ (موسیٰ علیہ السلام) نے ایک آدمی کو بھیج کر اس (بڑھیا) کو بلوایا کہ ہمیں یوسف (علیہ السلام) کی قبر دیکھا۔ اس (بڑھیا) نے کہا: دکھلاؤں گی لیکن پہلے اپنا حق لے لوں۔ آپ نے اس کو کہا: تو کیا چاہتی ہے؟ اس نے کہا: جنت میں آپ کا ساتھ۔ آپ پر اس کا یہ سوال بہت بھاری گزرا۔ کہا گیا (یعنی آپ پر وحی اتری) اس کی شرط مان لو۔ آپ نے اس کی بات کو منظور کرلیا۔ وہ آپ کو ایک جھیل کے پاس لے گئی جس کے پانی کا رنگ متغیر ہوگیا تھا۔ اس نے کہا: یہاں سے یہ پانی نکالو تو جب انھوں نے پانی نکالا: اس نے ان کو

کہا یہاں سے کھودو، تو انھوں نے کھودا اور یوسف (علیہ السلام) کے جسم کو نکالا تب راستہ بالکل صاف نظر آنے لگا۔

یہ حدیث درج ذیل کتابوں میں موجود ہے:

صحيح ابن حبان، ج ۲، ص ۵۰۰، ح ۷۲۳، المعجم الاوسط للطبرانی، ج ۷، ص ٣٧٤، ح: ٧٧٦٧، المستدرك للحاكم، ج ۲، ص ٤٣٩، ح: ٣٥٢٣، وقال هذا حديث صحيح على شرط الشيخين ولم يخرجاه، ج۲، ص ٦٢، ج ٤٠٨٨، وقال هذا حديث صحيح الاسناد ولم يخرجاه، مسند ابی يعلى، ج۱۳، ص ٢٣٦، ح: ٧٢٥٤، مجمع الزوائد، ج ١٠، ص: ١٧٠، ١٧١، المطالب العالية، ج ١٤، ص ٢٤٩، ح: ٣٤٥٢ وقال صححه ابن حبان.

اس حدیث کو درج ذیل علماء نے صحیح قرار دیا ہے۔

(۱) امام حاکم (۲) امام ابن حبان (۳) شیخ ناصر الدین البانی (سلسلة الاحاديث الضعيفة ج١، ص ٦٢٣) شیخ زبیر علی زئی نے اس کی سند کو صحیح قرار دیا۔ تفسیر ابن کثیر ج ۴، ص ۳۹، شیخ حسین سلیم اسد نے اس کی سند کو حسن قرار دیا ہے۔ تحقیق مسند ابی یعلی، حافظ ابن کثیر نے کہا: وهذا حديث غريب جدا والاقرب انه موقوف. یہ حدیث بہت غریب ہے اور زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ یہ موقوف ہے۔ تفسیر ابن کثیر ج ٦ ص ١٢٩، سورة الشعراء، آیت: ۶۰ تا ۶۸۔

تنبیہ:......اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے اجسام کو مٹی نہیں کھاتی بلکہ وہ صحیح سلامت رہتے ہیں۔

فرشتوں سے مدد مانگنا کیسا ہے؟

حافظ بلال اشرف اعظمی (بورے والا)

سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

”إِنَّ لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ مَلَائِكَةً سِوَى الْحَفَظَةِ ، يَكْتُبُوْنَ مَا سَقَطَ مِنْ وَرَقِ الشَّجَرِ ، فَإِذَا أَصَابَ أَحَدَكُمْ عَرْجَةٌ بِأَرْضٍ فَلَاةٍ فَلْيُنَادِ: أَعِيْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ يَرْحَمُكُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى . “

”بے شک حفاظت والے فرشتوں کے علاوہ (زمین میں) اللہ عزوجل کے کچھ فرشتے ہیں، جو درختوں سے گرنے والے پتے لکھتے ہیں، جب بیابان میں چلتے ہوئے تم میں سے کسی کے پاؤں میں موچ آ جائے تو وہ آواز دے: اے اللہ کے بندو! مدد کرو، اللہ تم پر رحم کرے۔“ (شعب الایمان للبیهقی : ۱/ ۳۲۵ ، ح : ۱۶۵ وسنده حسن)

تشریح وتوضیح:

اس روایت میں جنگل و بیابان میں وہاں موجود فرشتوں سے تحت الاسباب مدد کا بیان ہے، جیسے: آبادی میں ایک زندہ شخص دوسرے زندہ شخص سے مدد مانگتا ہے، مثلاً: میرا سامان فلاں جگہ پہنچا دو، میری فلاں چیز گم ہوگئی ہے اسے تلاش کرنے میں میری مدد کرو، وغیرہ۔ یہی فہم محدثین ہے، امام احمد ابن الحسین بیہقی رحمہ اللہ (م: ۴۵۸ھ) نے اس روایت کو ”شعب الایمان“ میں دو ابواب کے تحت ذکر کیا ہے، جو درج ذیل ہیں:

۱: ”باب في الإيمان بالملائكة“

”فرشتوں پر ایمان لانے کا بیان۔“ (شعب الإيمان : ۱/ ۲۹۶)

۲: ”باب في التعاون على البر والتقوىٰ“

''نیکی اور تقویٰ پر ایک دوسرے کی مدد کرنے کا بیان۔'' (شعب الإيمان : ١٠/ ٨٣)

امام احمد بن الحسین بیہقی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "الآداب" میں ایک باب بایں الفاظ قائم کیا ہے:

"باب المواساة مع الأصحاب وخدمة بعضهم بعضاً ومعونته وهدايته."

''ساتھیوں کے ساتھ غم خواری کرنا، ایک دوسرے کی خدمت کرنا، مدد کرنا اور راہنمائی کرنا۔''

اور اس باب کے تحت روایت ابن عباس رضی اللہ عنہما لکھی ہے، دیکھیں الآداب للبیھقي، ص: ٢٦٧، ٢٦٩.

اس روایت میں کسی فوت شدہ یا رجال الغیب (غیبی لوگ) سے مدد مانگنے کا کوئی ذکر نہیں ہے، بلکہ ایسی پکار جس میں کسی غائب یا فوت شدہ کو پکارا جائے یا کسی زندہ سے وہ چیز مانگی جائے جس پر وہ سرے سے قدرت ہی نہیں رکھتا ممنوع اور شرک ہے۔ (دیکھیں: سورۂ فاطر: ١٣، ١٤ وغیرہ)

روایت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ماخذ:

سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ بات کہاں سے لی ہے؟ اس بارہ میں علماء و محدثین سے دو آراء سامنے آئی ہیں:

(ا) سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ بات اسلام قبول کرنے والے اہل کتاب سے سنی یا ان کی کسی کتاب میں پڑھی۔ شیخ الاسلام ابو اسماعیل عبداللہ بن محمد الھروی الانصاری رحمہ اللہ (م:۴۸۱ھ) نے اپنی کتاب "ذم الكلام وأهله" میں ایک باب قائم کیا ہے:

"باب مخافة المصطفى ﷺ والسلف الصالح على من اشتغل بأقاويل أهل الكتاب وعلى من أكب على كتاب سوى كتاب الله تعالىٰ علماً منه ﷺ بما هو كائن فيهم من الكتب

المضلة بعده ."

''آپ ﷺ اور سلف صالحین کو لوگوں کے بارے میں ڈر تھا کہ وہ اہل کتاب سے سنی ہوئی باتوں میں مشغول ہو جائیں گے اور قرآن پاک کے علاوہ کسی اور کتاب پر متوجہ ہو جائیں گے، کیونکہ آپ ﷺ کو اپنے بعد لوگوں میں گمراہ کن کتابوں کے سامنے آنے کے بارہ میں معلوم تھا۔''

اور اس باب کے تحت "عبـاد اللّٰـه أعينوني" والی بات لکھی ہے۔ (دیکھیں: ذم الکلام و أهله : ۳/ ۷۵، ۱۱۰)

علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ (م: ۱۹۹۹ء) لکھتے ہیں:

"لاحتمال أن يكون ابن عباس تلقاها من مسلمة أهل الكتاب . والله اعلم ."

''یعنی احتمال ہے کہ سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ بات اہل کتاب (یہود) میں سے مسلمان ہونے والے لوگوں سے لی ہو۔'' (سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة : ۲/ ۱۱۲)

(۲) اس روایت میں سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنا تجربہ بیان کیا ہے یا کسی سے سماعت شدہ تجربہ بیان کیا ہے، جس کے قرائن و دلائل درج ذیل ہیں:

☆ امام احمد بن الحسین بیہقی رحمہ اللہ نے ''شعب الایمان'' میں سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا مذکورہ فرمان نقل کرنے کے بعد امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ (م: ۲۴۱ھ) کا تجربہ و عمل نقل کیا ہے، امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا:

"حججت خمس حجج منها اثنان راكباً وثلاثة ماشياً أو ثلاثة راكباً واثنان ماشياً فضللت الطريق في حجة ، وكنت ماشياً فجعلت أقول: يا عباد الله! دلوني على الطريق ، قال: فلم أزل أقول حتى وقفتُ على الطريق"

’’میں نے پانچ حج کیے، دو سواری پر سوار ہو کر اور تین پیدل چل کر یا تین سواری پر سوار ہوا اور دو پیدل چل کر، چنانچہ حج کے سفر میں مجھے راستہ بھول گیا، میں پیدل تھا، میں کہنے لگا: اے اللہ کے بندو! راستہ کے بارہ میں میری راہنمائی کرو، میں مسلسل کہتا رہا یہاں تک کہ درست راستے پر آ گیا۔‘‘ (شعب الإيمان : ١٠/ ١٤١)

امام بیہقی رحمہ اللہ کے انداز سے واضح ہو رہا ہے کہ یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی تجربہ ہے، بلکہ امام بیہقی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ’’الآداب‘‘ میں روایت ابن عباس کو نقل کرنے کے بعد واضح لکھا ہے:

"هـذا مـوقـوف على ابن عباس ، مستعمل عند الصالحين من أهـل الـعـلـم لـوجـود صـدقـه عـنـدهـم فيما جربوا ، وبالله التوفيق . "

’’یہ روایت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے موقوف ہے، اہل علم نیک لوگوں کے ہاں اس پر عمل ہے، کیونکہ ان کے ہاں تجربہ سے اس عمل کا سچ ہونا ثابت ہو چکا ہے۔‘‘ (الآداب، ص : ٢٦٩)

تجربہ اور شریعت:

بلا شک و شبہ امور شرعیہ اور تجرباتی امور میں فرق ہے، جو بات تجربہ سے ثابت ہو اس کی حیثیت محض تجربہ کی ہوتی ہے، وہ کوئی شرعی امر نہیں ہوتا اور نہ تجربہ کی وجہ سے کوئی شرعی امر ثابت ہوتا ہے۔

قاضی محمد بن علی الشوکانی رحمہ اللہ (م: ۱۲۵۰ھ) لکھتے ہیں:

"السنة لا تثبت بمجرد التجربة"

’’سنت (شریعت) تجربہ کے بل بوتے پر ثابت نہیں کی جاسکتی۔‘‘ (تحفة الذاكرين، ص : ١٨٣)

امر شرعی یہ ہے کہ جنگل و بیابان میں پیش آمدہ مشکل و پریشانی میں بھی مدد کے لیے اللہ

تعالیٰ کو پکارا جائے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ﴾ (الانعام: ۱۷)

''اور اگر اللہ تعالیٰ تجھے کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا کوئی اسے دور کرنے والا نہیں۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"أنا رسول اللّٰه الذي إذا أصابك ضر فدعوته كشفه عنك، وإن أصابك عام سنة فدعوته أنبتها لك، وإن كنت بأرض قفراء أو فلاة فضلت راحلتك فدعوته ردها عليك."

''میں اس اللہ کا رسول ہوں کہ اگر تم کسی تکلیف میں اسے پکارو گے تو وہ اسے تم سے دور کر دے گا اور اگر قحط سالی میں اسے پکارو گے تو وہ تمہارے لیے فصل اگا دے گا اور اگر تم کسی جنگل یا بیابان میں ہو اور تمہاری سواری کا جانور گم ہو جائے، پھر اسے پکارو گے تو وہ اللہ اسے تمہارے پاس واپس لوٹا دے گا۔'' (سنن أبي داود: ٤٠٨٤، وسنده صحيح)

ایک اعتراض اور اس کا جواب:

مسند البزار میں سیّدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی مرفوع روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''زمین میں حفاظت والے فرشتوں کے علاوہ بھی اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ہیں، جو درختوں کے گرنے والے پتے لکھتے ہیں۔ ویرانے میں چلتے ہوئے پاؤں میں موچ آ جائے تو کہیں: اللہ کے بندو! مدد کرو۔'' (مسند البزار: ۲/ ۱۷۸)

حافظ ہیثمی رحمہ اللہ نے فرمایا: "رجاله ثقات." (مجمع الزوائد: ۱۰/ ۱۳۲)

جواب: اولاً: یہ روایت موقوف ہی ہے، تفصیل اس اجمال کی ہے کہ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے اس روایت کو مرفوع بیان کرنے میں حاتم بن اسماعیل راوی منفرد ہے۔ امام احمد بن عمرو

البزار رحمہ اللہ (م:۲۹۲ھ) مرفوع روایت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"هـذا الكلام لا نعلمه يروى عن النبي ﷺ بهذا اللفظ إلا من هذا الوجه بهذا الإسناد."

''یہ کلام ان الفاظ سے اس سند اور اس طریق کے علاوہ نبی کریم ﷺ سے روایت کیا گیا ہو، ہمارے علم میں نہیں ہے۔'' (مسند البزار: ۲/ ۱۷۸)

اور باقی رواۃ عبداللہ بن فروخ، جعفر بن عون اور روح بن عبادۃ نے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے اس روایت کو موقوف بیان کیا ہے۔ (دیکھیں: شعب الایمان: ۱/ ۳۲۵، ۱۰/ ۱٤۰)

علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"فالحديث عندي معلول بالمخالفة، والأرجح أنه موقوف"

''میرے نزدیک یہ حدیث حاتم بن اسماعیل کی باقی رواۃ کی مخالفت کی وجہ سے معلول ہے اور راجح یہ ہے کہ یہ روایت موقوف ہے۔'' (سلسلة الأحاديث الضعيفة: ۲/ ۱۱۲)

امام احمد بن الحسین بیہقی رحمہ اللہ نے فرمایا:

"هذا موقوف على ابن عباس" (الآداب للبيهقي، ص: ۲٦۹)

ثانیاً: حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (م:۸۵۲ھ) نے مرفوع روایت کے ضعف اور عدمِ ثبوت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

"هذا حديث حسن الإسناد غريب جداً." (مختصر زوائد البزار: ۲/ ٤۲۰، الفتوحات الربانية على الأذكار النواوية لابن علان: ۵/ ۱۰۱)، مزید دیکھیں: صيانة الإنسان عن وسوسة الشيخ دحلان از محمد بشر سهسوانى رحمه الله: ۲/ ۲۳٦۲)

فائدہ:...... یہ بات کہ ''بیابانوں میں درختوں سے گرنے والے پتوں کو لکھنے پر فرشتے متعین ہیں'' اس روایت کے علاوہ کسی صحیح اور مرفوع حدیث میں مجھے نہیں ملا۔ واللہ اعلم